UNIVERSAL LIBRARY

OU_224346

UNIVERSAL LIBRARY

جلد ۲۳

# نظارۂ پرستان

## نامی مصنف رینالڈس کا زبردست ناول

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمائیے
فسانۂ لندن (سلسلہ اول و دوم) باپ کا قاتل - خونی تلوار - وغیرہ


مصنف
جارج ڈبلیو - ایم رینالڈس

مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری


اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو پھر سالانہ قیمت ؎ ادا کرکے اب بن جائیے - اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہیگی


لال برادرس

مقام اشاعت:- دہلی

صدر دفتر:- ۷- پارسنز روڈ نولکھا لاہور

تیج پریس دہلی میں باہتمام سوامی رامانند سنیاسی چھپی

اشاعت اول

قیمت عہ



حقوق محفوظ

رینالڈس کا بلند ترین ناول

# مسٹریز آف لنڈن

اردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے

## سلسلہ اول

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ اور عبرت خیز ہے۔ قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں پہلی دشوار گذار اور پُرشور مقامات سے گذرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جابجا آسائشی فرودگاہیں موجود ہیں۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پُر ہے۔ مصنف نے دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع اور ایسے عجیب اور حیرت خیز کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔

۱۷ جلدوں میں مکمل ضخامت ۴۸۴۴ صفحوں سے زیادہ قیمت [illegible] محصول ڈاک الگ۔

مجلد حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں حصہ اول کی قیمت [illegible] اور باقی ہر حصہ کی ۱۲/ علاوہ محصول ڈاک کے۔

## سلسلہ ثانی

رینالڈس کے معرکۃ الآرا ناول مسٹریز آف لنڈن کے دو سلسلے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ دو جداگانہ داستانیں ہیں جنہیں اس نام سے شائع کیا گیا ہے۔ سلسلہ ثانی سلسلہ اول سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے۔ اس ناول کا ہیرو جداگانہ کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے۔ مگر دلچسپی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ ... اگر ممکن سمجھا جائے ... تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی گئی ہیں وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی۔ اور آدمی میں فیاضی اور شرافت کا جوہر موجود ہو تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری کے لئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔

۲۵ جلدوں میں مکمل ضخامت ۱۴۲۶ صفحوں سے زیادہ قیمت [illegible] محصول ڈاک الگ۔

مجلد حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں ہر حصہ کی قیمت ۱۰/ علاوہ محصول ڈاک کے ہے۔

**لال برادرس، سپارٹنز روڈ نولکھا لاہور**

اگر آپ اب تک ہمارے اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو عمر کا منی آرڈر بھیجکر اب بن جائیے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہے گی

## تیئسویں جلد

# نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس کے سب سے زبردست ناول کا ترجمہ


تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ خونی تلوار۔ وطن پرست وغیرہ



سنہ ۱۹۲۶ء

لال برادرس

دھلی

ہیڈ آفس نمبر ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

اشاعت اول قیمت عمر


حقوق محفوظ

۵۵ف

دنیا کے بہترین ناولوں میں قابل دید اور لائق داد۔

# بدنصیب عورت

## مسز ہنری وڈ کے بینظیر ناول "ایسٹ لن" کا ترجمہ

مونٹ ساورن کے بیرن ولیم کی جاگیر اسراف کی نذر ہو چکی ہے۔ اور وہ لاکھوں پونڈ کے مقروض ہیں۔ ان کا محل ایسٹ لن بک گیا۔ اور وہ بھی اپنی حسین و جمیل بیٹی لیڈی اسابیل کو یتیم چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوئے ہیں۔ غریب اسابیل اس گھر کے نئے مالک مسٹر کارلائل سے شادی کر کے پھر آبائی محل میں آباد ہوتی ہے۔ مگر بدکردار فرانسس لیوسن کے دام محبت میں گرفتار ہو کر فرانس پہنچتی ہے۔ ادھر مسٹر کارلائل ایک اور عورت باربرا سے شادی کرتے ہیں ادھر بیکا لیوسن لیڈی اسابیل کو چھوڑ کر ایک اور عورت کے قتل کی سازش کرتا ہے۔ اور بدنصیب اسابیل بچوں کی محبت سے مجبور ہو کر استانی کی حیثیت میں چھپ اپنے محل ایسٹ لن میں اپنے شوہر کے پاس آتی ہے اس گھر میں آنے کے بعد جس کی مالک اب اس کی سوت تھی۔ جہاں اس کا شوہر اس کو پہچانتا نہیں۔ نہ بچے اس کو اپنی ماں جانتے ہیں۔ اسابیل کو جو واقعات پیش آتے ہیں۔ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیے۔

ایسٹ لن

ایسٹ لن

ایسٹ لن

دل و جگر کو برمانے والی داستان ۔ مدت العمر یاد رہنے والا افسانہ

مکمل اردو ترجمہ ۲ جلدوں میں ضخامت ۴۹۷ صفحے۔ سرورق پر تزئین رنگی

اور متن میں فوٹو بلاک کی تصویریں

قیمت صرف للعہ یا الگ الگ عہ فی حصہ

اول برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

# نظارہ پرستان

## تیئسویں جلد

## باب ۱۴۰

### رہائی

ڈیوک آف مارچ مونٹ کے مرتے ہی لارڈ کلیمنڈن یعنی برٹرام دوین کی بے گناہی کی خبر جنگلی آگ کی طرح ہر حصہ ملک میں پھیل گئی۔ ہر شخص کے منہ میں یہی بات تھی کہ لارڈ کلینڈن دراصل جرم قتل سے بے قصور تھا۔ اور حقیقت میں سابق ڈیوک آف مارچ مونٹ کا قاتل وہ تھا جو مدت دراز تک اسکی جائداد اور نوابی کا مالک بنا رہا۔ اسکی شدید بیماری۔ اقبالی تحریر قبل از وقت موت اور اسکی نیک و پاک بیگم لیوینیا کی وفا کا ہر جگہ چرچا تھا۔ سب لوگ کہتے تھے کہ آخر کار خدائی انصاف عمل میں آیا۔ اور مارچ مونٹ کی نوابی کا حق اس کے حقدار کو مل گیا۔ مگر یہ بات کہ ڈیوک کے جرم کا راز کس طرح کھلا۔ برٹرام دوین کی بے گناہی کیونکر ثابت ہوئی۔ اور کریچن کو مارچ مونٹ کی نوابی کس نے دلائی۔ کسی کو معلوم نہ تھا۔ مہارانی امندرا اور اسکی خفیہ عدالت کا راز داروغہ پروس کے اہتمام اور باقی نوکروں کی احتیاط سے ہر طرح مخفی رہا۔ کسی کو اس کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

چند روز قصر اوک لینڈس میں ٹھیرنے کے بعد مہارانی کریچن اور کرسٹینا کو ساتھ لے کر لندن واپس چلی گئی۔ اور کرسٹینا بدستور اس کے پاس رہی۔ مگر کریچن مسٹر کولمین وکیل اور اپنے چچازاد بھائی لارڈ کلینڈن (برٹرام دوین) کے مشورہ سے مارچ مونٹ ہوس واقع بلگریو سکوئر میں رہنے لگا۔ خدا کی شان جس گھر میں کبھی ایک ادنے اور حقیر نوکر کی حیثیت میں رہا کرتا تھا۔ وہیں اب

# ۱۹۱۶

ہر طرف سے سجدے اور سلام ہوتے تھے اور بڑے بڑے عالی قدر امیروں کی گاڑیاں ہر وقت دروازہ پر کھڑی رہتی تھیں۔

ان واقعات کو کئی دن گذر گئے۔ حتےٰ کہ لارڈ کلینڈن کے مقدمہ کی سماعت کا روز پہنچا کیونکہ گو اسکی بے گناہی الم نشرح ہو چکی تھی۔ تاہم قانون کا خونناک دیوتا اس رسم کے بغیر مطمئن نہ ہو سکتا تھا۔ لارڈ کلینڈن سے افسران جیل کی ہمدردی کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ واقعات اوک لینڈس کے بعد اسے خونی مجرموں کے حجرہ سے نکال کر گورنر جیل خانہ کے مکان میں ایک علیحدہ جگہ دے دی گئی تھی۔ اور ہر طرح عزت کا سلوک ہوتا تھا جیل کے معمولی سپاہی سے لیکر افسر اعلیٰ تک ہر شخص اسکو بے گناہ سمجھتا تھا۔ مگر اس حالت میں بھی اس نے مقدمہ کی سماعت تک جیل سے باہر جانے کی درخواست نہیں کی۔ وہیں ہر روز مہارانی اندرا۔ نوجوان ڈیوک آف مارچ مونٹ اور لیڈی کرسٹینا ووین اس سے ملنے آتے تھے۔

آخرکار مقدمہ کی سماعت کا دن آ پہنچا۔ اس روز کمرہ عدالت حاضرین سے اس قدر بھرا ہوا تھا۔ کہ لغوی معنوں میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ مگر اندرا اور کرسٹینا اس جگہ موجود نہ تھیں کیونکہ انہیں اس موقعہ پر خلقت کے سامنے آنا ناپسند تھا۔ کریجن البتہ حاضر عدالت تھا اُسے ایک عالی قدر ڈیوک کی حیثیت میں جج کے پہلو میں جگہ دی گئی تھی۔ اور حاضرین میں ہر شخص اس کی طرف غیر معمولی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سیاہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا۔ گو جیسا ناظرین سمجھ سکتے ہیں یہ سوگ اپنے باپ کے قاتل کے لئے نہیں بلکہ اسکی بدنصیب بیگم لیوینیا کی خاطر تھا بہر حال اس حالت میں نوجوان ڈیوک جس کا چہرہ زرد اور فکر آلود تھا۔ اس انداز وقار سے جو اس کے رتبہ عالیہ کے حسب حال سمجھا جا سکتا ہے۔ اس رسمی کارروائی کے اختتام کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کے بعد لارڈ کلینڈن کو بلگریو سکوئر والے محل میں لے جائے جہاں اس کے خیر مقدم کی شاندار تیاریاں کی گئی تھیں۔

لارڈ کلینڈن کے کھڑے ہوتے ہی کمرہ عدالت میں خاموشی چھا گئی۔ اور ہر شخص اس کی طرف ہمدردانہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ کریجن کی طرح اس نے بھی سیاہ لباس پہنا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ آخر میں بھائی کی پشیمانی کا حال معلوم کرنے کے بعد اس کا دل ہر قسم کے رنج وکینہ سے پاک ہو چکا تھا اراکین جیوری کو حلف دینے کے بعد الزامات کی تفصیل سنائی جا چکی۔ تو ہر شخص سرکاری وکیل کی تقریر استغاثہ کا منتظر ہوا۔ مگر وکیل صاحب تشریف ہی نہ لائے تھے جج صاحب کو یہ حال

معلوم ہوا تو انہوں نے ملزم کی طرف نظر شفقت سے دیکھتے ہوئے کہا "صاف نظر آتا ہے کہ وہ عالی قدر امیر جو اس وقت ملزموں کے کٹہرہ میں کھڑا ہے چند لمحوں کے عرصہ میں اپنی بے گناہی پورے طور پر ثابت کر سکیگا۔ ایسے حالات میں اس کو کھڑے رکھنا ایک رنج دہ بدسلوکی ہے۔ جس کا جلد خاتمہ ہونا چاہئے۔"

جج کے ان الفاظ کو ہر شخص نے دلی مسرت کے ساتھ سنا۔ اور پہرہ دار نے جھٹ لارڈ کلینڈن کو کٹہرہ سے نکال کر وکیلوں کی میز کے پاس بٹھادیا۔ اکثر امراء و شرفا جو بیشتر واقف تھے نیز کئی لوگ جو حال کے دوست تھے۔ مثلاً سر ولیم سٹانلے ان کا بیٹا کپتان سٹانلے اور مسٹر فریڈرک بیسم مصافحہ کے لئے جمع ہو گئے۔ ملزم کی طرف سے مسٹر کولمین وکیل بھی حاضر عدالت تھا۔ غاصب ڈیوک نے مرنے سے پہلے جو اقبالی بیان لکھوایا وہ اسی کے پاس تھا جسے اب باقاعدہ عدالت میں پیش کیا گیا۔

سب سے پہلے داروغہ پولس اور وہ ڈاکٹر جو دم آخر میں ہیو کے پاس تھا۔ بطور گواہ پیش ہوئے۔ اور انہوں نے باقرار صالح بیان کیا۔ کہ یہ دستاویز ہمارے سامنے تیار اور مکمل ہوئی تھی اور اس پر ہمارے دستخط ثبت ہیں۔ مسٹر کولمین نے بھی اسی قسم کا بیان دیا جس کے بعد سر رشتہ دار نے اس کا مضمون پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ قدرتی طور پر ہر شخص نے اس بیان کو غیر معمولی دلچسپی سے سنا۔ اس کے ختم ہوتے ہی جیوری کے فورمین نے اٹھ کر اعلان کیا "ہم بخوشی اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں جس سے عدالت پہلے ہی واقف ہے یعنی لارڈ کلینڈن جرم قتل سے بے قصور ہیں۔"

اس وقت ہیرام جو وکلا کی میز پر چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا۔ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور عدالت سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "اس سے قبل کہ یہ عدالت میری بریت کا حکم صادر کرے میں اپنی صفائی میں چند الفاظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ اس سے میرا مقصد اولاً ایک جنت نصیب خاتون کی یاد کو اُن مشبہات سے جو غلط فہمی کے باعث اس کی نسبت پیدا ہو گئے ہیں۔ پاک کرنا اور ثانیاً یہ دکھانا ہے کہ میں سالہا سال تک [illegible] بدنصیب چچا کی المناک ہلاکت سے بالکل بے خبر تھا اور اس کے بعد جب اس کا حال معلوم ہوا۔ تو حالات نے اپنی بیگناہی ثابت کرنے کی اجازت نہ دی۔ ورنہ یہ حقیقت بہت عرصہ پہلے بے نقاب ہو جاتی۔"

اتنا کہہ کر لارڈ کلینڈن تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گیا۔ ڈچس الزا کا ذکر آنے سے اس کے

دل پر اتنا اثر ہوا کہ آواز بھر آگئی۔ مگر فوراً ہی ضبط سے کام لے کر اس نے کہنا شروع کیا۔

"مجھے ہرگز انکار نہیں کہ الزا لیسی سے مجھ کو سچی اور لازوال محبت تھی۔ آکسفورڈ میں پہلی ملاقات کے بعد ہم نے دائمی وفا کے عہد و پیمان کئے تھے۔ مگر افسوس جدائی کا وقت جلدی ہی آگیا۔ اور حالات سے مجبور ہو کر مجھے انگلستان سے رخصت ہونا پڑا۔ میرے بعد خبر مشہور کی گئی کہ بر ٹرام غرق دریا ہوگیا۔ اور اس غلط فہمی میں الزا کو میرے چچا ڈیوک آف مارچ مونٹ سے شادی کرنے پر مجبور کیا گیا۔ بعد ازاں اس کو میرے زندہ ہونے کی خبر مل گئی۔ مگر یہ وقت اس داستان غم کی تفصیل بیان کرنے کا نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ اپنی لاعلمی سے میں اس کو بے وفا سمجھتا تھا۔ چنانچہ انگلستان واپس آیا۔ تو محض اس نیت سے قصر اوک لینڈس گیا تھا۔ کہ موقعہ پاکر الزا کو اسکی بے وفائی اور عہد شکنی پر شرمسار کروں گا۔ مگر جب اس قسم کا موقعہ ملا تو میں نے افسوس کے ساتھ معلوم کیا کہ وہ غریب ملامت سے زیادہ رحم کی مستحق ہے۔ سارے حالات ظاہر ہونے پر ہمارے دلوں کو ناقابل بیان رنج والم پہنچا۔ مگر اب وہ منکوحہ عورت تھی۔ اگر اس کی شادی کسی مرد غیر سے ہوئی ہوتی تو بھی میرے لئے اس کی ذات کو مقدس و محترم سمجھنا لازم تھا۔ اور اب تو وہ میرے لئے چچی کی حیثیت رکھتی تھی۔ میں ایسا گنہگار اور ناخلف نہ تھا کہ اپنی چچی کو بری نظروں سے دیکھتا۔ آخر فیصلہ ہوا کہ مجھے بہت جلد قصر اوک لینڈس سے فلارنس روانہ ہو جانا چاہئے۔ جہاں مجھے عہدہ سفارت مل گیا تھا۔ مگر رخصت کے دن الزا کو الوداع کہتے ہوئے حسرت و یاس سے مجبور ہو کر بے خبری میں میں نے اس کو گرتے دیکھ کر اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ ڈیوک درختوں کے سایہ میں چھپے ہوئے سارا حال دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس کا مفصل حال میرے بدنصیب بھائی کے اقبالی بیان میں درج ہے۔ جو ابھی پڑھ کر سنایا گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد میں شرمسار ہو کر گاؤں کی سرائے میں چلا گیا۔ اور وہیں اس کے تھوڑی دیر بعد بھائی کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ الزا قصر اوک لینڈس سے رخصت ہوگئی۔ مگر کوئی نہیں جانتا۔ کہ کہاں گئی۔ میں نے جب سنا کہ وہ بدنصیب فقط میری بے احتیاطی سے خانماں بربادی اور دشت نوردی پر مجبور ہوئی۔ تو دماغ کو وحشت ہونے لگی۔ اسی حالت میں اس کو تلاش کرنے چل دیا۔ بہت دیر آس پاس کے [illegible] میں آوارہ پھرتا رہا حتے کہ آدھی رات کے قریب اسے ایک ندی کے کنارہ پر جا لیا۔ وہ اس ویران مقام میں تنہا بیٹھی ہوئی زار زار رو رہی تھی۔ یہ جگہ قصر اوک لینڈس سے بہت دور تھی۔ حسن اتفاق سے میرے قدم اس طرف اٹھ گئے تھے۔ اس لئے ملنا ہو گیا۔ مگر مجھے دیکھ کر جو اس مصیبت کا

اصلی باعث تھا۔ نہ اس نے ملامت کی نہ کچھ کہا۔ بہت دیر اسی حالت میں روتی رہی۔ میرے سوال پر کہنے لگی۔ اب میں باقی عمر کنج تنہائی میں بسر کروں گی۔ مگر اس مقام کا پتہ بے مطلع نہ کروں گی۔ جہاں میں نے بے وجہ اتنی مصیبت اٹھائی ہے۔ اس کی حالت دیکھ کر میرا دل رنج و غم سے پھٹا جاتا تھا۔ وہ ہمدردی و تسکین کی محتاج تھی۔ مگر پاس ادب اسکی اجازت نہ دیتا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ تک اپنے ہاتھ میں لینے کی جرأت نہیں کی۔ کیونکہ ایسے حالات میں یہ بھی انتہا درجہ کی گستاخی میں داخل ہوتا۔ بہت دیر اسی جگہ بیٹھے ہم دونوں چپ چاپ آنسو بہاتے رہے لیکن آخر کار میں نے کہا۔ یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ وہاں چلو۔ تھوڑی بہت رات جو باقی رہ گئی ہے۔ وہیں بسر کرنا۔ وہ چپ چاپ میرے ساتھ ہولی۔ ہم دونوں پہلو بہ پہلو چل رہے تھے لیکن گو وہ تھکن کی شدت سے فرش زمین پر گری جاتی تھی۔ مگر میں نے اسے بازو کا سہارا دینے کی بھی جرأت نہیں کی۔ اس قابل یاد رات کو جب ہم گاؤں میں داخل ہوئے تو عین اس وقت ایک سفری گاڑی پاس سے گذر رہی تھی اسے دیکھتے ہی الزا نے اس پر سوار ہونے کا فیصلہ کر لیا میں بھی مجبور تھا کچھ اعتراض نہ کر سکا۔ چنانچہ وہ اس کے اندر اور میں باہر گاڑیبان کے پاس جا بیٹھا۔ کیونکہ میں عہد کر چکا تھا کہ اس واقعہ کا انجام خواہ کچھ ہو۔ میری طرف سے کوئی بات ایسی نہ ہو گی۔ جس سے اس کے خلاف شبہ کی گنجائش ہو۔ اگلے شکوک ہی کیا کم تھے۔ کہ میں ان کو بڑھانے کی صورت پیدا کرتا۔ سفری گاڑی منزل مقصود پر پہنچ کر ٹھہر گئی تو الزا نے کہا۔ اب کسی دوسری گاڑی کا انتظام کر دو جو مجھے کسی دور دراز مقام پر لے جائے۔ خواہ وہ جگہ کہیں ہو۔ میں نے ایک چوآسپہ گاڑی کرایہ کی۔ مگر اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ دائمی خیرباد کہنے سے پہلے اسکو کسی محفوظ مقام پر پہنچا چھوڑوں گا۔ کیونکہ ڈر تھا مبادا اب بھی خودکشی نہ کر لے۔ فی الحقیقت" لارڈ کلینڈن نے جوش سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ جب میں نے اسے ندی کے پاس ٹہلتے ہوئے دیکھا تھا۔ تو اس وقت بھی وہ خودکشی کا ارادہ کر رہی تھی"

اتنا کہہ کر لارڈ کلینڈن تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گیا۔ پھر ذرا دم لیکر کہنے لگا۔

ہم دونوں اس چوآسپہ گاڑی پر سوار ہو کر چل دیئے۔ وہ سابق کی طرح اس کے اندر بیٹھ گئی میں باہر رہا۔ اس وقت میں اپنے آپ کو اس کا سرپرست یا دوست سمجھ کر کام کر رہا تھا۔ اثنائے راہ میں اس نے کئی بار پوچھا۔ کہ ہم کہاں پہنچے ہیں۔ ایک بار میں نے بتایا کہ ہم وارک شائر میں پہنچ گئے

ہیں۔ اس کے بعد ڈربی شائر اور پھر بارک شائر سے گذرنے کا ذکر کیا۔ مگر وہ برابر کہے جاتی تھی کہ ابھی اور آگے چلو۔ آخر جب گاڑی علاقہ کمبرلینڈ میں پہنچ گئی۔ تو ڈچس نے کہا۔ بس یہیں یہیں بیٹھوں گی اور واقعی اس وقت اس کے جسم و دماغ کی تھکن کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک قدم آگے نہ جا سکتی تھی گاڑی سکاٹلینڈ کی سرحد پر ایک گاؤں میں ٹھیر گئی۔ تو ڈچس نے رو کر کہا۔ جس طرح اس لمبے سفر میں اب تک میرا نام پوشیدہ رہا ہے۔ اسی طرح آئندہ رہنے دو۔ میری تقدیر کا لکھا پورا ہو گیا۔ اس کے لئے مجھے کسی پر شکوہ نہیں ہے۔ گاؤں سے قریباً ایک میل فاصلہ پر اس نے ایک جھونپڑی میں رہنے کو جگہ حاصل کر لی۔ گھر کی مالک تیس پینتیس سال عمر کی ایک بیوہ عورت تھی۔ ڈچس کو اُس کے پاس چھوڑ کر میں با دیدۂ پُرنم واپس ہوا۔ صرف ایک رسمی مصافحہ اور اس کی زرفام پیشانی پر فقط ایک بوسہ۔ اس کے بعد ٹھیرنے کی جرات نہ کر کے میں وہاں سے بھاگ نکلا۔"

لارڈ کلینڈن پھر چپ ہو گیا۔ اس کی داستان اور اس سے بھی زیادہ اس کا انداز بیان ایسا رقت خیز تھا کہ حاضرین عدالت کے آنسو بہ نکلے۔

"میں اس جگہ سے بے تحاشہ بھاگ نکلا" اس نے ذکر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مگر اس وقت دل کی حالت ناقابل بیان تھی۔ یہ سمجھ کر کہ میں ہی اس غریب کی ذلت و بربادی کا باعث ہوں۔ بار بار اپنے آپ کو کوستا تھا۔ ہائے ایسی جوان و حسین عورت کو محض میری وجہ سے بے قصور ایسی مصیبتیں اُٹھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ وہاں سے چل کر مشرقی ساحل کی ایک بندرگاہ میں پہنچا۔ اور جہاز میں سوار ہو گیا۔ میں اس بات کا عہد کر چکا تھا۔ کہ اب اس ملک سے بہت دور کسی دوسری سرزمین میں رہ کر عمر گذار دوں گا۔ اور پھر کبھی ادھر آنے کی جرأت نہ کروں گا۔ میرے بعد اوک لینڈس کا واقعہ ہر شخص کی زبان پر ہوگا۔ میرے خلاف طرح طرح کی بدگوئیاں کی جائیں گی۔ ہر شخص یہی کہیگا کہ سخت بدکردار تھا جس نے اپنی چچی کو بری آنکھ سے دیکھا۔ بڑی پریشانی کی حالت میں ایک ولندیزی جہاز پر سوار ہو کر راٹرڈم پہنچا۔ عین اس وقت ایک اور جہاز ہندوستان جا رہا تھا۔ جھٹ اس پر سوار ہو گیا۔ اور جاتا ہوا اس خیال سے کلکتہ پہنچا۔ کہ وہاں کوئی سرکاری ملازمت حاصل کر لوں گا۔ کیونکہ جو تھوڑا بہت روپیہ میرے پاس تھا۔ تقریباً سب کا سب اس وقت تک ختم ہو گیا تھا۔ میں نے کلیمنٹ ریڈکلف کا نام اختیار کر لیا۔ اور ان ہولناک واقعات سے بالکل بےخبر جو میرے بعد پیش آئے تھے۔ کلکتہ پہنچا۔ واشنگٹن کے محکمہ سفارت میں کام کرتے ہوئے مجھے چین و جاپان کے متعلق ممالک متحدہ امریکہ کی حکمت عملی کا حال معلوم ہو چکا تھا

# ۱۹۲۱

کلکتہ پہنچکر سنا کہ ان تجویزوں کے عمل کا سوال زیرغور ہے ۔ مگر کوئی شخص تحقیق بیان نہ کر سکتا تھا۔ کہ اس بارہ میں کیا کارروائی کی جائے گی ۔ میں نے صاحب گورنر جنرل کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی معلومات پیش کیں ۔ تو انہیں سخت حیرت ہوئی ۔ دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ جو اطلاعات میں نے بہم پہنچائیں وہ بہت اہم تھیں ۔ صاحب موصوف بہت خوش ہوئے ۔ اور ان کو بحیرہ چین کے کمانڈر نیز مختلف مقامات میں برطانیہ کے پولیٹکل ایجنٹوں کو صحیح ہدایات جاری کرنے کا موقعہ مل گیا ۔ گویا بعض اتفاقی حالات سے مجھے گورنمنٹ ہند کے افسر اعلےٰ کا معتمد بننے کا فخر حاصل ہوا جس کے بعد مجھے معقول مشاہرہ پر سرکاری ملازمت مل گئی ۔ صاحب گورنر جنرل نے میری نسبت سوالات نہیں پوچھے ۔ اتنا بیان ہی کافی سمجھا گیا ۔ کہ میں ایک زمانہ میں واشنگٹن کے سفیر برطانیہ کے پاس کام کرتا تھا ۔ میں نے کلیمنٹ ریڈکلف کے فرضی نام سے ملازمت اختیار کی ۔ اور اس کے چند دن بعد کار خاص پر نظام حیدرآباد کے دربار میں بھیجا گیا ۔ اس جگہ میں نے قریباً ایک سال رہ کر مختلف سفارتی خدمات سرانجام دیں ۔ اس عرصہ میں چونکہ برطانوی اخبارات دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا ۔ اس لئے میں ان واقعات سے جو میرے بعد انگلستان میں ہوئے تھے ۔ بالکل بےخبر اور اپنی بے وجہ ذلت و بدنامی سے قطعاً لاعلم رہا ۔ نظام حیدرآباد کے دربار میں ایک سال تک رہنے کے بعد مجھے ریاست اندرآباد بھیجا گیا ۔ اس سفر میں میرے ساتھ گنتی کے چند جوان تھے ۔ مگر بعض وجوہ سے وہ ایک ایک کر کے رستہ میں ہی جدا ہو گئے ۔ چنانچہ جس وقت میں وارد اندرآباد میں پہنچا ۔ تو یکہ و تنہا تھا ۔ اس جگہ پہنچنے کے چند دن بعد مجھے زیر حراست کر لیا گیا ۔ اور چونکہ والئے اندرآباد نے اپنے فائدہ کے لئے یہ خبر مشہور کر دی تھی ۔ کہ ریڈکلف کا انتقال ہو گیا ہے ۔ اس لئے سالہا سال تک میری نسبت کوئی تحقیقات نہ کی گئی ۔ ۱۹۱۵ء کا ذکر ہے کہ ٹھگوں کی ایک جماعت نے ایک انگریز سیاح کو شہر اندرآباد کی فصیل کے باہر قتل کر دیا ۔ جب پولیس نے اس کے سامان پر قبضہ کیا تو اس میں سے ایک انگریزی اخبار بھی نکلا جس میں واقعات ادک لینڈس کا حال درج تھا ۔ گویا سانحہ کے ۱۰ سال بعد مجھے بار اول اس کا حال معلوم ہوا ۔ اس وقت پہلی مرتبہ یہ خبر ملی کہ میرے چچا ڈیوک آف مارچ مونٹ کو کسی نے قتل کر دیا ۔ اور لوگ مجھے اس کا قاتل سمجھتے ہیں ۔ نیز یہ کہ اس وقت کے بعد میرے اور ڈچس الزا کے عدم پتہ ہونے سے ہر شخص سمجھتا ہے کہ دو نو اپنے جرم و گناہ سے بچنے اور وہ معصیت جاری رکھنے کو دنیا کے کسی دور افتادہ مقام میں چلے گئے ہیں ۔ اس بیان کو پڑھ کر مجھے ایک بے بنیاد الزام عائد ہونے کا صدمہ و افسوس ہوا

اس کی تفصیل غیر ممکن ہے۔ میں نے انگلستان پہنچکر اپنی بے گناہی ظاہر کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اور اسی ارادہ سے مہاراجہ اندر آباد سے رخصت کی اجازت طلب کی۔ جو افسوس کہ نامنظور کی گئی۔ اس کے بعد ایک روز اتفاقاً فرار کا موقعہ مل گیا۔ اور میں وہ بیشمار دولت ساتھ لیکر جو مہاراجہ نے میری خدمات کے عوض مختلف اوقات میں دی تھی۔ بھاگ نکلا۔ انگلستان آکر میں نے سب سے پہلے پرانے اخبارات جمع کرکے اس واردات کا سارا حال پڑھا جو بیوجہ مجھ سے منسوب کی جاتی تھی۔ اس سے اس شبہ کو جو پیشتر میرے دل میں پیدا ہوا تھا مزید تقویت ہوگئی۔ یعنی میں نے جان لیا کہ اس سانحہ کی تہ میں میرے بھائی کا ہاتھ ہے۔ اور اس نے خود محفوظ رہنے کے لئے شبہات کا سارا بوجھ میرے سر ڈال دیا ہے۔ بس میں اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ تھوڑی مدت تک مجھے ایک اور جگہ اس دردناک داستان کو پھر پوری تفصیل سے بیان کرنا ہوگا۔ لیکن جو کچھ میں نے اس وقت کہا ہے۔ اس سے اتنا ضرور ثابت ہوگیا۔ کہ میں الزام سے بے قصور تھا۔ اور میں اگر مدت دراز تک اپنی بے گناہی ثابت کرنے سے قاصر رہا تو اس کی وجہ محض حالات کی مجبوری تھی۔ ورنہ یہی باتیں بہت مدت پہلے ظاہر ہوجاتیں۔"

اس جگہ لارڈ کلینڈن کی تقریر ختم ہوئی۔ اور حاضرین نے بڑے جوش سے ہمدردانہ مظاہرہ کیا۔ آخر یہ شور تھما تو جج نے اسکو مخاطب کرکے ایک مختصر اور موزوں تقریر کی۔ اور اس کے آخر میں کہا۔ "یہ عدالت آپ کو باعزت بری کرتی ہے۔"

لارڈ کلینڈن نے مودبانہ سلام کیا۔ اور دوستوں کے ساتھ کمرہ عدالت سے رخصت ہوا۔

---

## باب ۔ ۱۴۹
## تحقیقاتی کمیٹی کا اجلاس

دنیا جانتی تھی کہ نوجوان کریچن دوین مارچ مونٹ کی نوابی کا جائز وارث ہے۔ وہ اس عظیم الشان ریاست کی اراضی اور محاصل پر قابض ہوچکا تھا۔ اور کسی حریف یا وکیل کی طرف سے خفیف ترین مزاحمت بھی نہ ہوئی تھی۔ مگر جب تک دارالامرا کے سربرآوردہ اراکین کی قائم مقام کمیٹی اس کے حقوق وراثت کی تصدیق نہ کرتی اس زبردست طاقت کا جسے قانون کہتے ہیں۔ اطمینان نہ ہوسکتا تھا۔ چونکہ ان دنوں پارلیمنٹ برخاست ہوچکی تھی۔ اور اس کے اجلاس دو تین ماہ سے پہلے شروع نہ ہو

سکتے تھے۔ اس لئے یہ کام اتنا عرصہ ملتوی رہا، اور چونکہ اس کمیٹی کے تقرر تک لارڈ کلینڈن کا انگلستان رہنا ضروری تھا۔ اس لئے مہارانی اندرا کو بھی وہیں ٹھیرنا پڑا کیونکہ اپنے دلدار کو ساتھ لئے بغیر وہ ہندوستان جانے کو تیار نہ تھی۔

اس کمیٹی کے اجلاس تک دو تین ماہ کا عرصہ جن حالات میں گذرا۔ ان کی تفصیل لاحاصل ہے۔ کیونکہ اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ پس ہم سمجھ لیتے ہیں کہ امرائے پارلیمنٹ کی کمیٹی کا اجلاس شروع ہوگیا۔ نوجوان ڈیوک آف مارچ مونٹ کی طرف سے مسٹر ڈکولسن نے بامداد وکلائے نامدار پیروی کی اور ساری شہادتیں بڑی خوش اسلوبی سے پیش کی گئیں۔

سب سے پہلا گواہ خود نیا ڈیوک آف مارچ مونٹ تھا۔ اس نے بیان کیا کہ بچپن میں میری اور میری بہن کرسٹینا کی پرورش ایک شخص مسٹر ایشٹن نے کی تھی۔ جو وڈبرج سے قریباً ۵ میل کے فاصلہ پر موضع ویسٹ مورلینڈ میں رہتا تھا۔ چھوٹی عمر سے ہی ہم دونو اس کو اپنا چچا سمجھتے تھے اور ہمیں بتایا گیا تھا کہ تمہارے والدین تمہاری کم سنی میں انتقال کرگئے۔ قصر اڈک لینڈس کے نئے واقعات کے سلسلہ میں جو انکشاف ہوا ہے۔ اس سے پہلے ہمیں کبھی اس بات کا شبہ نہ ہوا تھا کہ ہم ایشٹن کے سوا کسی اور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہماری ولادت مئی سنہ ۱۸۳۰ء کے آخری ایام میں ہوئی تھی۔ جس کا حال اس طرح معلوم ہوا کہ مسٹر ایشٹن ہمیشہ ہماری سالگرہ منایا کرتے تھے مرنے سے پہلے انہوں نے کچھ چیزیں دیں اور کہا یہ تمہاری مادر مرحوم کی یادگار ہیں۔ یہ چیزیں جو کمیٹی کے روبرو پیش کی گئیں حسب ذیل تھیں۔ سیاہ بالوں کی ایک لمبی لٹ۔ نہایت عمدہ اور خوشنما ساخت کی سنہری گھڑی جس پر حرف "ای" کندہ تھا۔ اور دو انگوٹھیاں جن میں سے ایک شادی کی اور دوسری عجیب وغریب ساخت کی بنی ہوئی تھی۔ اور اس کے نگینہ پر حرف "بی" کندہ تھا۔ قریباً تین سال پیشتر مسٹر ایشٹن کا حرکت قلب بند ہونے سے دفعتاً انتقال ہوگیا۔ اور اس کے بعد کچھ عرصہ ہم اسی گھر میں رہے۔ مگر ایک دن ایک شخص مسٹر جیفری پرسن نے جو مسٹر ایشٹن کا دوست اور اس لئے ہم سے قدرے قلیل واقفیت رکھتا تھا۔ مشورہ دیا کہ تمہیں اب لندن چلے جانا چاہئے۔ وہاں میرے نزدیک رہوگے تو میں تمہاری بہتری کا اچھی طرح خیال رکھوں گا۔ اس نے ہمیں کچھ مالی امداد بھی دی۔ اور چونکہ ہماری ضرورتیں محدود اور عادات کفایت شعارانہ تھیں۔ اس لئے وہ چھوٹی سی رقم بھی دولت معلوم ہوتی تھی۔ چند ماہ تک وہ ہمیں باقاعدہ گذارہ دیتا رہا۔ مگر اندرونی دلالت اور ہمارے لئے

۱۹۲۴

مالی معاملات کا اس نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ نہ یہی بیان کیا کہ تمہاری آئندہ زندگی کس طرح بسر ہوگی۔ اس کے بعد یہ شخص دفعتاً عدم پتہ ہوگیا۔ اور ہم بالکل مفلس و محتاج رہ گئے۔

سوالات جرح پر کریچن نے بیان کیا کہ مجھے حال میں بعض کاغذات دکھائے گئے ہیں تھے۔ جو مسٹر ایشٹن آنجہانی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اور ہماری ولادت کے متعلق تھے۔ میں بیقیناً کہہ سکتا ہوں کہ تحریر مسٹر ایشٹن کی اپنی تھی۔

اس کے بعد ان واقعات کی نسبت جو ماہ ستمبر و اوائل ماہ اکتوبر ۱۸۲۹ء میں قصر ڈوک لینڈس میں پیش آئے تھے۔ تحریری بیانات داخل کئے گئے۔

دوسرا گواہ جسے کمیٹی کے روبرو پیش کیا گیا۔ ایک عورت بنام جین بارکلے تھی۔ ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ وہی عورت تھی جس کا ذکر پگلی جین کے نام سے پیشتر کئی بار ہو چکا ہے۔ مگر اب وہ عاقل و فرزانہ تھی۔ دماغی امراض کے ایک ماہر طبیب کے زیر علاج اسکی فراست بحال ہو چکی تھی۔ اور وہ مجنونانہ عالم وحشت میں صحرا کی خاک چھانتی پھرا کرتی تھی۔ اب لارڈ کلیمنڈن کی فیاضی اور عنایت سے صحیح الدماغ ہو چکی تھی۔ اس نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا اور تو فکر و غم اور وحشت و آوارگی اس حسن و لفریب کو جو عالم شباب میں اسکی زینت تھا۔ مٹا چکے تھے۔ مگر اس کی عام حالت پہلے سے اتنی بدلی ہوئی تھی کہ جس نے کبھی اسکو پگلی جین کی حیثیت میں دیکھا ہو وہ مس بارکلے کی صورت میں اسکی سابقہ حالت کو ہرگز نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ڈوک لینڈس کے ان ہولناک واقعات سے چند دن پیشتر جو ۱۸۱۹ء میں ظہور میں آئے تھے مسٹر الزا نے مجھ سے ان علامات کا ذکر کیا تھا جو عورتوں کو حمل قرار پانے پر پیش آیا کرتی ہیں۔ مگر چونکہ اس وقت تک یقین نہ ہوا تھا۔ اس لئے ڈیوک سے اس بارہ میں ذکر نہ ہوسکا۔ سوالات جرح پر بیان کیا کہ اگر ہماری سرکار کا اندازہ صحیح تھا۔ یعنی جب انہوں نے مجھ سے ذکر کیا اس وقت حمل قرار پا چکا تھا تو ایام وضع وہی ہوسکتے تھے جب کریچن اور کرسٹینا پیدا ہوئے۔ گھڑی کی نسبت اس نے کہا کہ حرف "ای" الزا کی تخفیف ہے اور یہ گھڑی ڈچس کے پاس رہا کرتی تھی۔ مگر جس انگوٹھی پر حرف "بی" کندہ ہے وہ میں نے کبھی ان کے پاس نہیں دیکھی۔ شادی کی انگوٹھی کے بارہ میں تحقیق بیان نہیں کرسکتی کہ ڈچس کی ہے۔ کیونکہ ایسی انگوٹھیوں میں اکثر مشابہت پائی جاتی ہے۔

اس کے بعد ایک معزز اور سن رسیدہ عورت کی شہادت ہوئی جس نے بیان کیا کہ میرا

# ۱۹۲۵

تام مسز ہٹن سے اور میں بہت عرصہ سکاٹ لینڈ کی سرحد پر کمبرلینڈ میں رہا کرتی تھی۔ خوب یاد ہے کہ ۱۸۲۹ء کے موسم خزاں میں ایک مرد اور عورت میرے مکان پر آئے اور عورت مکان کا ایک حصہ کرایہ پر لیکر رہنے لگی۔ وہ اس وقت بڑی پریشان اور غمگین تھی۔ مرد کے چہرہ پر بھی وحشت برستی تھی۔ دونو جوان تھے۔ کرایہ کا فیصلہ ہونے کے بعد مرد فوراً ہی رخصت ہوگیا۔ کچھ ان کی بدحواسی اور کچھ عام حالت کو دیکھ کر نیز اس لئے کہ عورت کے پاس سامان کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی میں نے قصداً دروازہ کے پیچھے کھڑے ہو کر ان کی گفتگو سنی۔ مرد کے یہ الفاظ صاف طور پر سنائی دیتے تھے۔ "الوداع الزا۔ خدا حافظ!" مگر عورت نے اس کے جواب میں جو کہا اسے میں بالکل نہ سن سکی۔ مرد رخصت ہوگیا تو عورت بہت دیر تک فرط الم سے بت کی طرح بے حرکت رہی آخر اس نے سوئی دھاگا طلب کیا اور ایک مخمل کا ٹکڑا نکال کر اس کی گتھی تیار کی۔ اس میں اپنی گھڑی۔ شادی کی انگوٹھی۔ ایک اور انگوٹھی جو اس نے کپڑوں کے اندر سے نکالی تھی۔ اور اپنے سیاہ ریشمی بالوں کی لٹ رکھ کر اسے سی ڈالا۔ اس گتھی میں اس نے سیاہ رنگ کا فیتہ لگا کر اس کی مدد سے گلے میں ڈال لیا۔ یہ سب کچھ میرے سامنے ہوا۔ اس وقت رونا موقوف ہوچکا تھا۔ اور وہ بالکل چپ چاپ تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے میری طرف دیکھا اور کہنے لگی "اگر میں بچہ پیدا ہونے کے وقت تک زندہ رہی تو یہ اس کی امانت ہوگی۔ کیونکہ یہ چیز یا میری موت کے بعد صحیح نشان مہیا کر سکیں گی" میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "کیا نشان؟ کس چیز کا؟" وہ ان لفظوں کو سن کر چونک گئی۔ اور اٹھ کر میری طرف ایسی متوحش نظروں سے دیکھنے لگی کہ میں ڈری کہیں اس کا دماغ نہ چل جائے۔ اسی رات نصف شب کو وہ عورت جس نے اپنا نام تک ظاہر نہ کیا تھا۔ چپ چاپ گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ کر چلی گئی۔ اس سے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شوہر کی فرقت نے اس کے دماغ پر اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ میں نے گاؤں کے منتظم سے اس کا ذکر بھی کیا۔ کئی ہفتے گذر گئے تھے۔ مگر وہ عورت واپس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک روز اتفاقاً میں نے ایک اخبار میں ڈک لینڈس کے واقعات کا حال پڑھا جس سے میرے دل میں شبہ پیدا ہوگیا کہ ہو نہ ہو یہ دونو ڈچس الزا اور برٹرام ودین ہی تھے۔ اس ڈر سے کہ وہ مجرم شخصوں کو پناہ دینے کے عوض مجھ سے کسی طرح کی باز پرس نہ ہو میں اس بارہ میں بالکل چپ رہی۔ اراکین کمیٹی کے سوال پر مسز ہٹن نے اس عورت کا جو حلیہ بیان کیا وہ ڈچس الزا سے بالکل ملتا تھا۔

اگلا گواہ نارتھمبرلینڈ کے پاگل خانہ کا مہتمم تھا جس نے بیان کیا کہ ۱۸۲۹ء میں اس زمانہ

کے قریباً پندرہ بیس روز بعد جس کا ذکر مسز ہٹن نے کیا ہے۔ میں نے پاگل خانہ کے قریب کھیتوں میں ایک عورت کو حالت جنون میں آوارہ پھرتے دیکھا۔ میں اسے اندر لے گیا۔ مگر اس کے حواس جواب دے چکے تھے۔ مکان میں جانے کے بعد وہ سخت افسردگی میں بالکل چپ چاپ بیٹھی رہتی تھی۔ میں نے گرد و نواح میں تحقیقات کی اور مقامی اخباروں میں اشتہارات بھی دیے۔ مگر بالکل معلوم نہ کر سکا کہ کون ہے۔ بظاہر وہ کوئی شریف عورت تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کسی زمانہ میں بہتر حالات دیکھ چکی ہے مجھے اور میری بی بی کو اس پر رحم آیا۔ مگر جب معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہے تو قدرتی طور پر یہی سمجھا گیا کہ کسی بدکردار نے اس کو ورغلا کر برباد کیا ہے۔ اور غالباً اس کے رشتہ دار اس کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ ایسے حالات میں مزید تحقیقات بے سود سمجھی۔ وہ عورت ہر وقت چپ رہتی اور غائب صم بکم تھی۔ لیکن اگر کوئی اس تھیلی کو جو اس کے گلے میں لٹکی رہتی تھی۔ دیکھنے کی کوشش کرتا تو سخت جوش ظاہر کرتی۔ اس خیال سے کہ اس کو بے جا اذیت نہ پہنچے ہم نے اس تھیلی کا خیال چھوڑ دیا۔ مگر چونکہ اس کا کوئی اور ٹھکانا نہیں تھا۔ اس لئے وہیں پاگل خانہ کے مکان میں رکھا اسی طرح چند ہفتے گذر گئے جس کے بعد دفعتاً اس نے غیر معمولی جوش ظاہر کرنا شروع کیا جسے کہ بدبانی کرنے لگی۔ ناچار اس کے بال کاٹ دیئے گئے۔ اسی رات نصف شب کو وہ دروازہ کھول کر فرار ہو گئی اور پھر نہیں دیکھی گئی۔

اس سے اگلا گواہ جونیتھن کارنابی تھا۔ اس نے کہا میں علاقہ ویسٹ مورلینڈ کے موضع وڈبیچ میں گرجا کا محرر۔ گورکن اور گھڑیالی ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سنہ ۱۸۳۲ء میں ایک دن علی الصبح ایک عورت گرجا کے قبرستان میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ زرد۔ بدن ٹھٹھرا ہوا اور اعضا لاش کی طرح جنت تھے۔ میں نے سمجھا مر گئی ہے۔ لیکن جب اسے اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ غش کی حالت میں ہے اس میں شک نہیں اس کے کپڑے خراب بوٹ پھٹے ہوئے اور پاؤں زخمی ہو چکے تھے۔ تاہم یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ وہ کسی شریف گھرانے کی عورت ہے۔ میں اسے اٹھا کر پاس ہی پادری صاحب کے مکان پر لے گیا۔ پادری صاحب اہل عیال کے ساتھ کسی دوست کے ہاں گئے ہوئے تھے۔ اور گھر میں صرف ایک نوکرانی تھی۔ اس نے بیہوش عورت کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کی اور رفتہ رفتہ کامیاب ہو گئی۔ ہم نے ایک ڈاکٹر کو طلب کیا جس نے بغور معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ اس عورت کے حواس بالکل جواب دے چکے ہیں۔ اس کا دماغ کام کرنے سے عاجز اور ذہن ہر قسم کی یاد سے خالی ہے۔ فی الحقیقت اس کے کٹے ہوئے بالوں کو دیکھ کر یہی اندازہ کیا گیا کہ وہ کسی

پاگل خانہ سے بھاگ آئی ہے ۔ ایک مخملی تھیلی فیتہ کی مدد سے اسکی گردن میں بندھی ہوئی تھی ۔ اور اس تھیلی کا اسکو موجودہ حالت میں بھی اس درجہ خیال تھا کہ اگر کوئی اس کو ہاتھ لگاتا تو زور سے چیخیں مارنے لگتی ۔ یہ حالت دیکھ کر ڈاکٹر نے کہا ۔ اس کو جوش میں لانا مضر ہے ۔ اس تھیلی میں غالباً کچھ ایسی چیزیں ہونگی جو پاگل خانہ کے منتظم نے اس کا دل بہلانے کو دیدی ہوں گی ۔ ان سے بہرحال یہ معلوم نہ ہو سکیگا کہ وہ کون ہے ۔ تھوڑی دیر میں یہ خبر گاؤں کے ہر حصہ میں پھیل گئی ۔ اور مسٹر اشٹن کے کانوں تک بھی پہنچی ۔ جو موضع وڈبرج کے ایک متوسط الحال شریف آدمی تھے ۔ انہوں نے اس عورت کو دیکھا تو بڑی ہمدردی ظاہر کی ۔ اور کہا میں اسے اپنے گھر رکھوں گا ۔ انہوں نے وسٹ مورلینڈ اور قریبی اضلاع کے اخبارات کا مطالعہ بھی جاری رکھا کہ شاید کسی اشتہار سے اس کا سراغ معلوم ہو جائے مگر لاحاصل ۔ اس دن سے وہ مسٹر اشٹن کے مکان پر رہی ۔ اور وہیں مئی ۱۸۲۳ء میں اس کے توام بچے پیدا ہوئے ۔ وہ ان سے بے حد محبت کرتی تھی ۔ مگر حواس میں کچھ ایسا خلل آچکا تھا کہ کبھی اپنا حال بیان کرنے کے قابل نہ ہوئی ۔ چونکہ مسٹر اشٹن اس عورت سے بیدانہ شفقت کا سلوک کرتے تھے ۔ اور چونکہ ان کے اولاد نہ تھی ۔ اس لئے انہوں نے ان بچوں کے بہتے جلتے نام رکھ کر اپنے خاندانی نام اشٹن سے موسوم کیا ۔ غرض بہن بھائی کا نام کرسچن اور کرسٹینا رکھا گیا ۔ اس سال ماہ اکتوبر میں غریب عورت کا انتقال ہوا ۔ اور اسے وڈبرج کے قبرستان میں دفن کیا گیا ۔ مسٹر اشٹن نے اس کے سرہانے ایک سادہ کتبہ "اکتوبر ۱۸۲۳ء" کندہ کرادیا جس کے تھوڑا عرصہ بعد وہ اس گاؤں کی سکونت چھوڑ کر قریباً ۲۵ میل کے فاصلہ پر ایک اور جگہ چلے گئے ۔ اور ان کا یا دونو بچوں کا حال پھر سننے میں نہیں آیا ۔ سوالات جرح پر بڈھے گورکن نے اس عورت کا جو حلیہ بیان کیا وہ بالکل ڈچس الزا سے ملتا تھا ۔ اس نے بہن بھائی کے بپتسمہ کی سند بھی پیش کی جس سے معلوم ہوا کہ ان کا یوم ولادت ٹھیک وہی تھا جو کرسچن نے بیان کیا تھا ۔

اس کے بعد لارڈ کلیبنڈن کا بیان ہوا ۔ اس نے کہا کہ انگلستان واپس آتے ہی سب سے پہلے میں کمبرلینڈ میں مسز ہٹن کے مکان پر گیا ۔ جہاں سالہا سال پیشتر ڈچس الزا کو الوداع کہہ کر رخصت ہوا تھا ۔ مسز ہٹن نے پہلے تو مجھے پہچانا ہی نہیں مگر جب میں نے الزا کی نسبت سوالات پوچھے تو جان گئی ۔ اور چونکہ اس بات سے واقف تھی کہ اسی کا نام برٹرام ووین ہے ۔ اور قصر اوک لینڈس کے قتل کا جرم اسی سے منسوب کیا جاتا ہے ۔ اس لئے خوفزدہ ہوگئی ۔ اس پر میں نے اپنی

شخصیت تسلیم کرتے یقین دلایا کہ میں اس جرم سے بے گناہ ہوں اور کچھ عرصہ پہلے تک اس کے ارتکاب سے بھی لاعلم تھا۔ سارا حال سُن کر مسز ہٹن نے کہا کہ وہ عورت جسے آپ چھوڑ گئے تھے۔ صرف ایک دن یہاں رہی۔ اس نے مخمل کے ٹکڑے کی ایک گٹھی لیکر بعض چیزیں اس میں بند کیں اور گٹھی کو سیاہ فیتہ کی مدد سے گلے میں ڈال لیا۔ رات کو یہیں سوئی۔ مگر صبح اٹھ کر دیکھا تو باہر کا دروازہ کھلا ہوا اور خود غائب تھی۔ میرا خیال ہے اس کے دماغ میں خلل آگیا تھا۔ اور وہ اس حالت میں کسی طرف بھاگ گئی۔ یہ حالات سن کر میں بادل ناخواستہ اس گھر سے رخصت ہوا۔ اور آس پاس تحقیقات کرنے لگا۔ مگر کوئی بات دریافت نہ ہو سکی۔ چونکہ میرے لئے اپنی بیگناہی ثابت کرنا ضروری تھا۔ اس لئے ہر طرف سے ناکام ہونے کے بعد میں نے ایک معتبر شخص کو جو صحیح حالات سے بے خبر تھا۔ اس کام پر مامور کیا کہ بد نصیب ڈچس کا سراغ لگانے کی کوشش شب و روز جاری رکھے۔ اور اس غرض کے لئے خرچ کی بالکل پروا نہ کرے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جن دنوں میں اپنے دوست سر ولیم سٹانلے کے مکان پر ٹھیرا ہوا تھا۔ تو لیٹس راڈنے کے مقدمہ کی سماعت پر اس عورت سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جو ان دنوں بگلی جین کہلاتی تھی۔ معلوم ہوا یہ وہی عورت تھی جو بہت عرصہ پہلے جین بارکلے کہلاتی اور ڈچس الزا کی خواصوں میں شامل تھی۔ اس کی حالت پر رحم کھا کر میں نے اسکی آسائش و سکونت کا انتظام کر دیا۔ مگر حالت جنون میں وہ ایک روز وہاں سے بھاگ نکلی۔ انہی ایام میں اس آدمی نے جسے میں ڈچس الزا کا سراغ لگانے پر مقرر کر چکا تھا خبر دی کہ میں نے زبردست تحقیقات کے بعد معلوم کیا ہے کہ وہ عورت جس کی آپ کو تلاش ہے۔ مسز ہٹن کے مکان سے بھاگ کر کچھ عرصہ نارتھمبرلینڈ کے ایک پاگل خانہ میں رہی تھی۔ میں لندن سے چلکر وہاں گیا۔ اور اس پاگل خانہ کے مہتمم سے مل کر جس قدر حالات ممکن تھے۔ دریافت کئے۔ ادھر نجی طور پر تحقیقات شروع کی اور بگلی جین کا بھی خیال رکھا۔ بالآخر جین ہی کی زبانی کچھ حالات معلوم ہوئے جن کے سلسلہ میں میں وڈبرج پہنچا۔ اور قبرستان میں جا کر ہر سنگ لحد کو احتیاطاً اس خیال سے دیکھا کہ شاید وہ بدنصیب کسی مزار کے تہ خاک دفن ہو کیونکہ اب تک اس کی زندگی یا موت کا حال بھی یقینی طور پر معلوم نہ ہوا تھا۔ میں وڈبرج کے قبرستان میں ہر سنگ مزار کو بغور دیکھتا پھر رہا تھا۔ کہ اتفاقاً بگلی جین مل گئی۔ قبرستان میں ایک جگہ فقط اکتوبر ۱۸۳۳ء کے الفاظ کندہ تھے۔ اس کی نسبت وہاں کے گورکن جونیفن کارنابی سے بعض حالات معلوم ہوئے۔ جن سے ڈچس کے متعلق ہر قسم کے شکوک رفع ہو گئے۔ اس موقعہ پر معلوم ہوا کہ کرسچن اور کرسٹینا ایشٹن اس عورت کی توام اولاد

بچے - جو اس گمنام قبر میں دفن تھی - اس سے پیشتر میری ان دونوں سے لندن میں اتفاقاً ملاقات ہو چکی تھی اب جو معلوم ہوا کہ وہ ڈچس ازا کی اولاد میں تو سخت حیرت ہوئی - لندن واپس جا کر میں نے سب سے پہلے کرسچن کو راسگیٹ سے اپنے پاس بلایا - اور آئندہ کے لئے اپنے ہی پاس رکھا - میں نے اس سے وہ چیزیں لیکر دیکھیں جن کو اس نے اپنی مادر مرحوم کی یادگار سمجھ کر محفوظ رکھا ہوا تھا - ان میں وہی ازا کی گھڑی - اور وہی حرف "بی" کی انگوٹھی جو میں نے آکسفورڈ کے زمانہ عشق میں دی تھی - نظر آئی - اب اس بارہ میں کچھ شک و شبہ نہ تھا کہ کرسچن اور کرسٹینا ڈیوک اور ڈچس آف مارچ مونٹ کی جائز اولاد میں - لیکن میں نے اتنی شہادت کو بھی ناکافی سمجھا - علاوہ ازیں ان کی ولدیت کا راز میرے سوا کوئی حل نہ کر سکتا تھا - اور میرے لئے اپنی بیگناہی ثابت کرنے کے وقت تک ایسا کرنا غیر ممکن تھا - پس میں نے کرسچن اور کرسٹینا کو اس بارہ میں کسی طرح کے حالات سے واقف نہ کیا - کیونکہ میں ان کے دلوں میں اس قسم کی امیدیں پیدا کرنا نہ چاہتا تھا - جو ممکن ہے کبھی پوری نہ ہوں - مگر اس کے تھوڑا عرصہ بعد خداوند کارساز نے کچھ اور تائیدی شہادت مہیا کر دی - اپنی بیگناہی ثابت کرنے کے لئے میں نے جو تجویزیں سوچ رکھی تھیں ان کے سلسلہ میں گاہ بگاہ مضافات لینڈس کے نواحات میں جانا پڑتا تھا - ایک ایسے ہی موقعہ پر میرا ایک عورت سے ملنا ہو گیا جسے میں اس وقت بالکل نہ جانتا تھا - مگر جس کی نسبت بعد از اں اشتہارات سے معلوم ہوا کہ بار برا سمڈلے تھی - اس کی جیب سے ایک سربمہر لفافہ برآمد ہوا جس میں کرسچن اور کرسٹینا کی ولادت کے متعلق بعض کاغذات تھے - انہیں عنقریب معزز اراکین کمیٹی کے روبرو پیش کیا جائے گا -

لارڈ کلیڈن کے بعد جب آدمی کو شہادت کے لئے پیش کیا گیا وہ باربرا سمڈلے کا زن مرید شوہر جان سمڈلے تھا - ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس نے کچھ عرصہ پیشتر اس اشتہار کو پڑھ کر جس میں لکھا ہوا تھا کہ برکر کے سوا اور جن مجرموں کا لیمبتھ والے مکان کی وارداتوں سے تعلق ہے - ان میں سے جو شخص اس جماعت کے باقی آدمیوں کا پتہ دے گا - سرکار بھی اسے ایک حد تک رحم کا سلوک کرے گی - یا اگر ان میں سے کوئی برکر کو پکڑوا دے تو اس سے بھی یہی رعایت کی جائے گی - چنانچہ جن دنوں برکر ایک یہودی خوانچہ والے کا بھیس بدل کر بازاروں میں پھرا کرتا تھا - تو جان سمڈلے نے اس کو گرفتار کرا دیا تھا اور گو وہ بدمعاش اس کے بعد پھر ایک بار حوالات سے فرار ہو گیا - تاہم اس کے لئے جان سمڈلے کو وعدہ معافی سے محروم نہ کیا جا سکتا تھا - اس کے بعد اس شخص جان سمڈلے کو عدالت اولڈ بیلی میں پیش کیا گیا اور وہاں اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ واقعی میں نے

جوزف پرسٹن کے قتل میں حصہ لیا تھا۔ اس پر گورنمنٹ نے حسب وعدہ اسکی جان تو بچالی مگر اسے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دے دی گئی۔ لیکن چونکہ مائیکل مونٹ کی واپسی کے بارہ میں اس کا تحقیقاتی کمیٹی کے روبرو اس کی شہادت لازم تھی اس لئے ملک بدر کرنے سے پہلے اس کو جیلخانہ نیوگیٹ میں زیر حراست رکھا گیا۔ اس وقت بھی اسے کمیٹی کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو وہ سپاہیوں کی حراست میں تھا۔

اس نے بیان کیا کہ کچھ عرصہ پیشتر ایک آدمی ہمارے مکان کے ایک حصہ میں کرایہ پر رہا کرتا تھا۔ ہمیں اس نے اپنا نام سمتھ بتایا تھا لیکن بعد ازاں معلوم ہوا کہ اس کا اصلی نام کچھ اور ہے۔ ایک روز اس نے ایک بند خط دے کر کہا کہ اس پر جو پتہ درج ہے وہاں پہنچا دو۔ ہم نے پڑھا تو اس پر مسٹر ایشٹن بتوسط مسز میکالے۔ مارٹیمر سٹریٹ۔ کیونڈش سکوئر کا پتہ درج تھا۔ ہم نے آپس میں صلاح کرکے اس خط کو کھولا۔ اس کے مضمون سے معلوم ہوا کہ اس شخص کا اصلی نام جوزف پرسٹن ہے۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ میں وہی شخص ہوں جو پیشتر کیمبرج ٹیرس میں رہتا تھا۔ میں نے تم کو اور تمہاری بہن کرسٹینا کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ میرے کیمبرج ٹیرس والے مکان میں لکڑی کے ایک تختہ کے نیچے بعض ایسے کاغذات ہیں جن سے ضرور تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ اس خط کو پڑھ کر میں اور میری بی بی اس مکان میں گئے۔ اور رات کے وقت ان کاغذات کو جن کا خط میں حوالہ دیا ہوا تھا نکال لائے خیال یہ تھا کہ ان کو مسٹر ایشٹن کے حوالہ کرنے سے پہلے اس سے معقول معاوضہ حاصل کریں گے مگر جب میری بی بی بار بار مسز میکالے کے مکان پر جا کر دریافت کی تو معلوم ہوا کہ بہن بھائی بے حد غریب ہیں۔ ان کو روٹی تک کا سانسہ ہے۔ اس لئے ان سے کسی طرح کا معاوضہ قطعاً نہیں مل سکتا۔ یہ جاننے کے بعد بار بار واپس آئی تو ہم نے ان کاغذات کو اس خیال سے سنبھال کر رکھ چھوڑا کہ ممکن ہے کسی روز ان کی بدولت نفع حاصل کیا جا سکے۔ یہی وہ کاغذات ہیں جو جوزف پرسٹن کی چھٹی سمیت لارڈ کلینڈن کو بلیر کے پاس ملے تھے۔

جان سمڈلے کی شہادت کے بعد ان کاغذات کو ایک ایک کرکے پیش کیا گیا۔ اس سے پہلے کرسچن بیان کر چکا تھا کہ جن کاغذات پر مسٹر ایشٹن کے دستخط ثبت ہیں وہ اسی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے مسٹر ایشٹن کی وصیت پیش ہوئی۔ جس میں درج تھا کہ چھ ہزار پونڈ کی رقم جس کا میں بلا اشتراک واحد مالک ہوں جوزف پرسٹن کے پاس اس شرط پر جمع کردی گئی ہے کہ میرے بعد اس روپیہ سے بہن بھائی کو گذر ملتا ہے۔ ایک اور خط کرسچن اور کرسٹینا کے نام تھا جس میں

بعض ایسے حالات درج تھے جن سے انہیں اس صورت میں خبردار کرنا ضروری تھا کہ راقم کا ان کے زبانی انگلستان سے پیشتر انتقال ہوجائے۔ اس خط کا مضمون ان کی ولادت کے اسرار سے متعلق تھا تیسرے خط سے ان حالات کی تصدیق ہوتی تھی جو اس سے پہلے جوفیتھن کا زنابی نے بیان کئے تھے۔ اور چوتھا خط وہ تھا جو جوزف پرسٹن نے ان دستاویزات کے بارہ میں کرسچن کو لکھا تھا مگر جس کو سمڈلے اور اسکی بی بی نے عذرست میں اڑالیا تھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ میں نے اب تک تم دونوں پر سخت ظلم کیا ہے۔ اب اپنے فعلوں پر نادم ہو کر اس ظلم کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر کیا کروں سخت مالی مشکلات میں مبتلا ہوں۔ مسٹر ایشٹن نے ۲ ہزار پونڈ تمہارے نام سے میرے پاس جمع کرائے تھے۔ جو افسوس کہ سب کے سب برباد ہوگئے۔ اب میں اپنے گناہ کی تلافی صرف اس طرح کرسکتا ہوں کہ وہ کاغذات جو مسٹر ایشٹن کی میز میں رکھے ہوئے ملے تھے۔ اور جنہیں میں تمہارے سن بلوغ حاصل کرنے تک اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ تمہیں دے دوں۔ یہ کاغذات کیمبرج ٹیرس والے ارکان کے فرشی تختوں میں فلاں مقام پر دفن ہیں۔ افسوس کہ میں حالت اضطراب میں اس جگہ سے رخصت ہوتے وقت ان کو ساتھ نہ لاسکا۔

ان کاغذات کا مضمون پڑھے جانے پر تحقیقاتی کمیٹی کی کارروائی ختم ہوگئی۔ اراکین نے پوچھا کیا اس بارہ میں کسی کو کچھ اعتراض ہے جس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ ممبران کمیٹی تھوڑی دیر تک مشورہ کرتے رہے۔ پھر کرسچن کے وکلا سے کہا آپ لوگوں کو تقریر کرنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ کمیٹی اپنا فیصلہ مضبوط کرچکی ہے۔ چنانچہ کرسچن کے حق میں فیصلہ صادر کیا گیا۔ یعنی وہ مارچ مونٹ کی نوابی کا جائز وارث تسلیم ہوا۔ اور حاضرین میں سے ہر شخص نے اس کو دلی مبارکباد دی۔

---

# باب ۱۵۰

## پرانے ملاقاتی

بدنصیب ہیو اور اسکی بیگم کے انتقال پر کرسچن نے جو کام سب سے پہلے کیا وہ یہ تھا کہ بہن کو ساتھ لیکر وسٹ مور اینڈ کے اس مقام پر گیا جہاں ان کی مظلوم ماں کو پیوند خاک کیا گیا تھا۔ قدرتی طور پر ان کو سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اس غریب کی ہڈیاں اس گمنام مقام سے اٹھوا کر نوابان مارچ مونٹ کے خاندانی تہ خانہ میں دفن کی جائیں۔ مگر لارڈ ڈکلینڈن کے مشورہ سے یہ کام امراکی تحقیقاتی کمیٹی کے فیصلہ تک

ملتوی رکھا گیا۔ تاکہ ڈچس الزا کی مقدس خاک کو ہلانے سے پہلے اسکی بے گناہی پورے طور پر ثابت ہو جائے چنانچہ کمیٹی کے فیصلے کے بعد یعنی خاتون موصوف کی دردناک داستان زندگی کے انکشاف پر اس کام کو دوبارہ ہاتھ میں لیا گیا۔

اجلاس کمیٹی کے چند دن بعد نوجوان ڈیوک آف مارچ مونٹ اور لیڈی کرسٹینا وہیں موضع ڈوبرج میں گئے۔ اور اس سے قبل کہ اس غم نصیب خاتون کے خواب آخرت میں خلل اندازی کی جاتی۔ وہ دونو بہت دیر تک قبر کے سرہانے بیٹھ کر آنسو بہاتے رہے۔ سیاہ ماتمی لباس پہنے ہوئے وہ خلیق نوجوان اور اسکی جمیل بہن اس سبزہ کو جو ایک ہستی مظلوم کا سادہ قبرپوش تھا اشکوں سے تر کرنے میں مصروف رہے انہوں نے بہت دیر تک اس کے سرہانے دوزانو ہو کر دعائے مغفرت کی پھر اس مختصر کتبہ کو جو سنگ لحد پر کندہ تھا۔ پڑھ کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور تسکین کے بہانہ نہ تھمنے والے آنسو بہاتے رہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد لارڈ کلینڈن بھی وہیں آ گیا۔ اس نے بھی ان کے پاس دوزانو ہو کر دعا کی۔ اس نے بھی جی کھول کر آنسو بہائے۔ اور بہت دیر تک اس سادہ کتبہ کو جو سالہا سال سے اس قبر بے نشان کی پاسبانی کر رہا تھا۔ نظر حسرت سے دیکھا۔ نظارہ بہت رقت خیز تھا۔ مگر ہمارا قلم اس کی تفصیل سے عاجز ہے۔ اس لئے ہم اس کا اندازہ ناظرین کے تخیل پر چھوڑتے ہیں۔

اس کے تھوڑی دیر بعد قبر کھودنے کا رنجیدہ کام شروع ہوا۔ اور اس اثنا میں کرسچن۔ کرسٹینا اور لارڈ کلینڈن پادری کے مکان پر رہے۔ آخر قبر کھود کر بدنصیب الزا کا تابوت نکالا گیا۔ اور اسے ایک گاڑی میں رکھ کر فنصرادک لینڈس کو لے چلے۔ ڈیوک۔ اسکی بہن اور لارڈ کلینڈن ریل کے ذریعہ روانہ ہوئے۔ اوک لینڈس پہنچ کر انہوں نے تابوت کو اپنے سامنے خاندانی تہ خانہ میں رکھوا دیا۔ اور اس طرح ڈچس الزا "اپنے شوہر کے پاس دفن ہوئی۔

اب انگلستان میں لارڈ کلینڈن کا کام ختم ہو چکا تھا۔ رخصت ہونے سے پہلے مہارانی اندرا سے اسکی رسم مناکحت ادا ہوئی۔ اور چونکہ دونو کو پُرتکلف رسم کی دھوم دھام سے نفرت تھی۔ اس لئے شادی کی رسمیں مہارانی کے بنگلہ میں چپ چاپ ادا کی گئیں۔ اس موقعہ پر لیڈی کرسٹینا وہین مس اسلبیا دنسنٹ اور دو اور امیرزادیوں نے دلہن کی سہیلیوں کا فرض ادا کیا۔ شادی کے بعد دلہا دلہن ماہ عسل کا زمانہ بسر کرنے فنصرادک لینڈس چلے گئے۔ جہاں وہ قریباً ایک ہفتہ رہے۔ اس کے بعد عزم سفر ہوا۔ یعنی وہ ہندوستان جانے کے لئے تیار ہوئے۔ لارڈ کلینڈن اور مہارانی کو کرسچن اور کرسٹینا سے بے حد محبت تھی۔ اس لئے ان سے جدا ہونے کا خیال فریقین کے لئے شاق

تھا ہم پیشتر لکھ چکے ہیں کہ اس دنیا میں کامل راحت کبھی کسی شخص کو نصیب نہیں ہوئی۔ موجودہ حالت میں دلہا دلہن کی خوشیاں جو کہ وصل سے ملزوم تھیں عزیزوں سے بچھڑنے کے غم میں دب گئیں رخصت کے وقت چاروں اس طرح روتے تھے گویا پھر کبھی ملنے کی امید نہیں۔ اور لیڈی کرسٹینا تو مہارانی کے گلے لگ کر اتنا روئی کہ آنسو تھمنے مشکل ہو گئے۔ اس موقعہ پر لارڈ کلینڈن نے کرسچن کو چند مشفقانہ نصیحتیں کیں۔ گو اسے پہلی ہی یقین تھا کہ حصول عز و جاہ اس کو راستی اور راست شعاری کی راہ سے منحرف نہ کر سکے گا۔ بالآخر مہارانی اور لارڈ کلینڈن انگلستان سے رخصت ہو گئے ان کے ساتھ نوکروں کا ایک محدود عملہ تھا جس میں سب سے زیادہ قابل ذکر نام وفادار مارک کا ہے ساحل برطانیہ سے رخصت ہو کر وہ دور افتادہ ملک ہندوستان کو روانہ ہوئے۔ جہاں ریاست اندرآباد کی گدی مہارانی کے لئے خالی تھی جس پر وہ اپنے شوہر کو جانب راست جگہ دے کر بیٹھنے اور اسے حکومت کا نصف حصہ دار بنانے کا ارادہ کر چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اندرآباد کی رعایا جو اسکی نافذ کردہ اصلاحوں سے ہر طرح خوشحال ہے۔ تہ دل سے اس کے خیر مقدم کو تیار رہے گی۔

ہمارے ناظرین اس قصہ کے اکثر اسرار سے پہلے ہی واقف ہو چکے ہیں پھر بھی بعض باتیں توضیح طلب باقی ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ انگلستان سے فرار ہو کر برٹرام ودین نے ہندوستان میں کلیمنٹ ریڈکلف کا فرضی نام اختیار کر لیا تھا۔ اور اسی نام سے وہ سفیر کی حیثیت میں ریاست اندرآباد گیا تھا۔ مگر اس جگہ نظربند ہونے کے بعد کسی طرح اس کا اصلی نام اندرا کو معلوم ہو گیا۔ اور اس کے بعد جب ایک روز اس نے فوارہ کے پاس حالت جوش میں اندرا سے رخصت کی اجازت طلب کی۔ تو بے خبری میں منہ سے بعض ایسے کلمات نکل گئے جن سے اندرا کو معلوم ہو گیا۔ کہ اپنے وطن میں اس کے خلاف ایک خوفناک مگر بے جا الزام عائد ہو چکا ہے۔ بعد ازاں جب وہ اندرآباد سے فرار ہو کر انگلستان پہنچا۔ اور اندرا اس کے عشق میں سرشار سمندر پار وہیں اس کو تلاش کرنے آئی تو ان کی پہلی ملاقات ناٹنگ ہل والے بنگلہ میں ہوئی تھی جس کا حال اس داستان کی تیسری جلد کے آغاز میں ہو چکا ہے۔ اس وقت اسکی گفتگو سے اندرا نے معلوم کیا کہ وہ اپنی بیگناہی ثابت کرنے کی تدبیر سوچ رہا ہے۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہو گا کہ اپنے دل میں وہ اسے روز اول ہی سے بے گناہ سمجھتی تھی۔ اندرا نے جو اس پر سو ہزار جان سے فریفتہ ہو چکی تھی۔ اپنے دلدار کی پریشانی سے متاثر ہو کر اس ملاقات پر عہد کر لیا کہ میں خفیہ طور پر حتی الامکان اس کام میں اسکو مدد دوں گی چنانچہ سب سے پہلے جرم کا صحیح حال جاننے کے لئے اس نے داروغہ مارک کی معرفت اخباروں کے

پرانے پرچے جمع کئے۔ ان کے مطالعہ سے اس کا یقین اور پختہ ہو گیا کہ برٹرام ووین حقیقت میں اس جرم سے جو اس پر عائد کیا جاتا ہے بے قصور ہے۔ اور غالباً اصلی مجرم اس کا بڑا بھائی ہیوبرٹ ہے۔ اب اس پر یہ دھن سوار ہوئی کہ کسی طرح ادک لینڈس کے محل میں جا کر اس مقام کو دیکھوں جہاں واردات ہوئی تھی۔ اگر کچھ حالات معلوم ہو سکیں تو ان کو جمع کروں اور اپنے دلدار کی بے گناہی ثابت کرنے کا کوئی ذریعہ جو ممکن ہو تلاش کر کے اس پر عمل کروں۔ چنانچہ جس وقت میڈم اینجلیک غاصب ڈیوک کی تحریک سے شرمبنی ولا میں اس کے پاس گئی۔ اور قصر ادک لینڈس کی دلچسپیاں بیان کرنے لگی۔ تو اندرا جو پہلے ہی وہاں جانے کا ارادہ کر چکی تھی۔ تیار ہو گئی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ڈیوک آف مارچ مونٹ کے فاسد ارادوں سے پہلے ہی واقف ہو گئی تھی۔ مگر اسے اپنے ستن پن پر پورا بھروسہ تھا۔ اور وہ جانتی تھی کہ مرد کتنا بد کردار ہو۔ ستی عورت کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ علاوہ بریں وہ اس سے روبرو ہو کر اس کے مزاج و عادات سے واقف ہونا اور یہ جاننا چاہتی تھی کہ اسے کیونکر اقبال جرم پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

ادھر برٹرام ووین بھی ان تدابیر کے سلسلہ میں جو وہ اپنی بے گناہی ثابت کرانے کے لئے عمل میں لاتا تھا۔ اکثر اوقات ادک لینڈس کے نواحات میں گشت کرنے جاتا تھا۔ اس سے کوئی مقصد خاص تو درپیش نہ تھا۔ خیال صرف یہ تھا۔ کہ شاید اتفاقاً بعض مفید مطلب حالات پیدا ہو جائیں اسی قسم کے ایک موقعہ پر اس نے درختوں کے سایہ میں چھپ کر دیکھا۔ تو اندرا وارونہ بیدس کے ساتھ قصر ادک لینڈس کے میدان میں سیر کرتی نظر آئی۔ برٹرام کو اسے دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ مگر اس نے سمجھا کہ اسے دھوکے سے یہاں لایا گیا ہے۔ کیونکہ معلوم ہو چکا تھا۔ کہ میڈم اینجلیک اس کے اور خادمہ سگونہ کے خلاف بعض سازشیں کر رہی ہے۔ چنانچہ ان معلومات کی بنا پر ہی اس نے مارٹیمر سٹریٹ والے مکان سے ایک خط لکھ کر اندرا کو خبردار کیا تھا۔ اب جو اس نے اندرا کو ادک لینڈس میں دیکھا۔ تو اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ خفیہ طور پر اس کی حفاظت کروں گا بعد ازاں وہ اس کے سامنے ہی مگر اس کی موجودگی سے بے خبر ادک لینڈس سے رخصت ہوئی پھر جب برٹرام کو معلوم ہوا کہ میرا بڑا بھائی ہیوبرٹ یہاں آ گیا ہے۔ تو اپنے مقصد کی تکمیل کے سلسلہ میں اس نے اسے خوف زدہ کرنا ضروری سمجھا چھپ کر محل میں داخل ہونا بہت مشکل نہ تھا۔ مگر حسن اتفاق سے جس کمرہ میں وہ چھپا۔ اسی میں اس کا بھائی وارونہ بیدس کو ساتھ لے کر بیٹھ گیا۔ کھلنڈرا نے خنجر کو اس مقام پر جہاں وہ پیشتر رکھا رہتا تھا۔ رکھ دیا ہے یا نہیں۔ اب برٹرام

کو اندیشہ ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ یہ لوگ مجھے چھپا ہوا دیکھ لیں۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ اگر ہیو کو میری موجودگی کا علم ہو گیا۔ تو وہ مجھے بے انصافی کرنے سے دریغ نہ کرے گا۔ اور چونکہ اس وقت تک اس نے اپنے بے گناہی کے ثبوت فراہم نہ کئے تھے۔ اس لئے سر دست کسی خطرہ میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر اس نے بھائی کے ہاتھ سے جلتی ہوئی شمع فرش پر گرا دی۔ اور اندھیرے میں بھاگ گیا۔ مگر ایسا کرنے سے پہلے اس نے وہ گفتگو جو اس کے بھائی اور پیرس کے درمیان خنجر کے متعلق ہوئی تھی سن لی۔ جس سے اندرا کے لوک لینڈ میں آنے کا راز حل ہو گیا تھا۔ اس نے جان لیا کہ اندرا دھوکے سے نہیں بلکہ خود ہی میرے معاملات کی تفتیش کرنے یہاں آئی تھی۔ خیال آیا اس نے داروغہ پیرس سے ضرور کچھ گفتگو کی ہوگی۔ کیونکہ دونوں کو اکٹھے پھرتے دیکھ چکا تھا۔ تحقیق مزید کے لئے چپ چاپ رات کو داروغہ کے کمرہ میں داخل ہوا۔ پیرس پر اپنی شخصیت ظاہر کی۔ اور اسی دن سے وفادار داروغہ اس کا سچا مددگار بن گیا۔ اس موقعہ پر اندرا کے طرز عمل نے بھی برٹرام کے دل پر گہرا اثر کیا۔ اس نے دیکھ لیا کہ میری خاطر اسے اپنی جان تک کو خطرہ میں ڈالنے سے دریغ نہیں۔ وہ میری بے گناہی ثابت کرنے کے لئے پوری کوشش کر رہی ہے۔ اس خیال نے اس تلخ یاد کو بڑی حد تک دل سے محو کر دیا۔ کہ اندرا کی بدولت ہی مجھے عرصہ دراز تک زیر حراست رہنا پڑا تھا۔ پھر وڈبرج میں جا کر یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ڈچس الزا کو انتقال کئے مدت گذر چکی ہے وہ اندرا سے اس کے بنگلہ پر ملا۔ اور اس وقت بیان کیا کہ جن حالات نے اب تک مجھے صاف و واضح جواب دینے سے روکا ہوا تھا۔ وہ باقی نہیں رہے۔ ہمارا خیال ہے ان تفصیلات سے بہت سے واقعات جو اب تک ناظرین کے لئے بمنزلہ راز تھے۔ واضح ہو گئے ہونگے۔

یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا۔ کہ جن لوگوں نے لارڈ کلینڈن کو اس کی بے گناہی ثابت کرنے کے سلسلہ میں مدد دی تھی یا جنہوں نے بدنصیب الزا پر احسانات کئے تھے۔ ان سب کو نہ صرف لارڈ کلینڈن بلکہ نوجوان ڈیوک آف مارچ مونٹ نے بھی جی کھول کر انعامات دیئے۔ چنانچہ ناٹنگر لینڈ کے جس پاگل خانہ کے مہتمم نے الزا کو پناہ دی تھی۔ اسے نہایت معقول معاوضہ دیا گیا۔ اور جونیتھن کا نامی یعنی وڈبرج کا بڈھا گورکن تو اتنا زر و مال لے کر رخصت ہوا۔ کہ اگر چاہتا تو باقی عمر بڑے اطمینان و فراغت سے گذار سکتا تھا۔ اسی طرح پیرس کو بھی مالا مال کیا گیا۔ اور باقی لوگوں کو بھی جنہوں نے براہ راست یا بالواسطہ لارڈ کلینڈن یا ڈچس الزا کی خدمتگذاری کی تھی۔ انعامات دیئے گئے۔ مسٹر ایشٹن کی قبر پختہ کر دی گئی۔ اور وس کی طرح پر ان احسانات کا جو اس نے کرسچن اور

# ۱۹۳۶

کرسٹینا اور ان کی بدنصیب ماں پر کیے گئے تھے، شکریہ درج کیا گیا۔

مہارانی اندرا کے انگلستان سے رخصت ہونے کے بعد کرسٹینا مارچ مونٹ ہوس میں بھائی کے پاس پہنچ گئی۔ اب شہر کے تمام سربرآوردہ امیر اور وہ لوگ جو حصول عزوجاہ سے پہلے کرسچن کے دوست بن چکے تھے۔ ان کی ملاقات کو آتے تھے۔ چنانچہ سر ایڈگر اور لیڈی بیورلے سر فریڈرک اور لیڈی لیبیتم نیز کپتان سٹانلے اکثر مارچ مونٹ ہوس میں مہمان رہتے۔ ان کے علاوہ سر ولیم سٹانلے بھی جب کبھی لندن آتا تو کرسچن سے ملے بغیر نہ جاتا تھا۔ لارڈ آکٹیوین سیریڈتھ اور نرو اب تک یورپ کی سیاحت کر رہے تھے۔ مگر نرو سے کرسٹینا کی خط وکتابت برابر جاری تھی۔ فی الحقیقت بہن بھائی کو مبارکباد کے جتنے خط موصول ہوئے۔ ان سب میں اول نمبر نرو کے نامہ محبت کا تھا۔ فیصلہ ہو چکا تھا کہ واقعات اوک لینڈس کے چھ ماہ بعد کرسچن کی اسابیلا ولنٹ سے شادی ہوگی۔ مگر اس دوران میں میل ملاقات کا سلسلہ برابر جاری تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک کرایہ کی گاڑی مارچ مونٹ ہوس کے دروازہ پر کھڑی ہوئی۔ مگر وہ عورت جو اس میں سوار تھی۔ اس کے اندر ہی بیٹھی رہی۔ اس نے یوم سبت کا عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ یعنی نئی ریشمی گون فیشنبل ٹوپی اور سونے کی گھڑی اور زنجیر اور اس کے ہاتھوں میں ملائم چمڑے کے زرد دستانے تھے۔ ایک نوکر نے گاڑی کو کھڑے ہوتے دیکھا تو باہر نکلا اسکی زبانی عورت نے ڈیوک اور لیڈی کرسٹینا ورین کو پیغام بھیجا۔ کہ مسز میکالے آداب بجا لانے کو حاضر ہوئی ہے۔ بہن بھائی نے حکم دیا۔ کہ اسے عزت سے ہمارے پاس لے آؤ۔ چنانچہ نوکر بڑے ادب کے ساتھ مکان کے اندر لے گیا۔

سنگ مرمر کی ڈیوڑھی سے گذر کر خوشنما زینہ پر چلتے ہوئے مسز میکالے اپنے خیالات کسی قدر اونچی آواز سے اس طرح ظاہر کر رہی تھی۔

واہ۔ کیا عالیشان عمارت ہے! کس کو خبر تھی کہ مجھے اپنی زندگی میں ایسا شاندار محل دیکھنا نصیب ہوگا۔ اور وردی پوش نوکر اس طرح خیر مقدم کریں گے۔ گویا میں بھی کسی امیر خاندان کی لیڈی ہوں۔ کتنی وسیع عمارت ہے جس میں بے شمار کمرے اور رکھے جا سکتے ہیں۔ بارہ کمرے تو نچلی منزل میں ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کا کرایہ آسانی سے چار پونڈ ہفتہ وار ہو سکتا ہے بارہ چوک اڑتالیس تو ہوئے ایک۔ اور کم سے کم بیس پونڈ اوپر والے کمروں کے سمجھ لو۔ واللہ

یہ مکان کبھی کرایہ پر چڑھنے کو مل جائے تو سال بھر میں کتنی دولت جمع ہو اور پھر اتنے بڑے کرایہ داروں سے کفائت کا کیا شمار؟ ہر ایک کی میز پر مرغ کی ایک ٹانگ اور شراب کا ایک گلاس بھی پہنچے۔ تو پوری رجمنٹ کا خرچ چل سکتا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ ایسے گھر میں کرایہ پر رہنے والے بھی امیر ہونگے وہ ایسا بخل کب کر سکتے ہیں کہ کھانے کی چیزوں کو الماریوں میں بند کرتے پھریں۔ اللہ اللہ کتنا فائدہ ہوا!

وہ بہت دیر حیرت و خوف کے ساتھ اپنے اندازوں پر غور کرتی رہی۔ اور خیالات کا یہ سلسلہ نہ معلوم کب تک قائم رہتا۔ مگر نوکر تھوڑی دور چلکر ایک دروازہ کے باہر رک گیا اور اس نے مسز میکالے کی تشریف آوری کی خبر دی۔ اس کی آواز نے بوڑھی عورت کے خیالات کی رفتار روک دی وہ چونک کر کھڑی ہو گئی۔ اور اپنے کپڑوں کو اس طرح ٹھیک کرنے لگی۔ گویا چاہتی تھی کہ ڈیوک اور اس کی بہن کے سامنے جاتے ہوئے لباس میں کسی طرح کا نقص نہ رہ جائے۔

غریب حوصلہ کر کے یہاں تک آ تو گئی۔ مگر اب دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوتے تھے۔ نہ جانے یہ لوگ کس طرح پیش آئیں گے۔ کیونکہ آخر بڑے آدمی ہیں۔ اتنا وہ بھی جانتی تھی کہ مجھ سے رعونت نہ برتیں گے۔ مگر ان اندازوں کے مطابق جو وہ امرا کی نسبت اپنے دل میں قائم کر چکی تھی۔ رہ رہ کر خیال آتا تھا۔ کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ بڑے وقار و تکبر اور لیڈی کرسٹینا سرد مہری سے پیش آئے گی۔ پس آپ اس کی حیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب کمرہ میں داخل ہوتے ہی ڈیوک اور اس کی بہن نے اٹھ کر بڑی محبت سے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے۔ اور تپاک سے خیر مقدم کیا۔ تبدیل قسمت کے بعد انہیں مسز میکالے سے ملنے کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ کیونکہ واقعات اکلسینڈٹن کے بعد کرسچن مارچ مونٹ ہوس میں رہنے لگا تھا۔ اور لارڈ کلینڈٹن بھی عزت سے بری ہونے کے بعد وہیں آگیا تھا۔ گویا اس وقت کے بعد کرسچن کو ماہمر سٹریٹ والے مکان میں جانے کا اتفاق ہی نہ ہوا تھا۔ اس پر تپاک خیر مقدم کا مسز میکالے کے دل پر اتنا اثر ہوا۔ کہ آنسو نکلے۔ اور اس نے بھرائی ہوئی آواز سے بہن بھائی کو بلندی عز و جاہ پر مبارکباد دی۔

پھر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے انداز حیرت سے کہنے لگی یہ کیا خوش قسمتی ہے کہ ان آنکھوں نے مسٹر کرسچن کو ڈیوک اور مس کرسٹینا کو لیڈی بنتے دیکھا۔ مگر نہیں میرے دل میں پہلے دن سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا۔ کہ آپ لوگوں میں امیروں کی خو بو پائی جاتی ہے۔ یہ بات تبھی میں نے مسز ڈاکلن اور مسز چولے سے جو ٹاٹنہم کورٹ روڈ پر بچپ کے کپڑے بیچا کرتی ہے کہی تھی۔ واقعی اپنی زندگی

میں انسان کو عجیب وغریب باتیں دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے ۔ مائی لارڈ آپ کپتان بلنٹ کو نہ بھولے ہوں گے ۔ پہلے گریونڈ کے جہاز پر کام کرتا تھا اب وہ مارگریٹ کے جہاز کا کپتان بن گیا ہے ۔ اس سے اس کی عزت اتنی بڑھ گئی ۔ کہ مس چوپے سے شادی کرنا نامنظور کر دیا ۔ یہ واقعہ جب پیش آیا ہے تو مس چوپے کو غش پر غش آتے تھے ۔ اور اس کی ماں تو سیدھی ایک وکیل کے دفتر میں گئی جس کی معرفت اس نے کپتان پر عہد شکنی کا دعوےٰ دائر کر دیا ۔ مقدمہ چلا ۔ اور مجھ کو بھی وسٹ منسٹر ہال میں شہادت کے لئے طلب کیا گیا ۔ میں اس آزمائش میں شاذ ہی پوری اترتی ۔ مگر اچھا ہوا کہ چلتے وقت اس بوتل سے تھوڑی شراب پی گئی تھی ۔ جو میرا نیا کرایہ دار ہنری یہ پڑھی پہننے دیتا ہے ۔۔۔"

"اچھا اور مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوا ؟" کرسچن نے مسکرا کر پوچھا ۔

"فیصلہ !... فیصلہ یہ ہوا کہ کپتان بلنٹ نے ثابت کر دیا ۔ میں نے کبھی کوئی وعدہ کیا ہی نہ تھا ۔ ہاں کبھی کبھی اس کو چھپی ہوئی نظروں سے دیکھا ضرور تھا ۔ پس مقدمہ خارج ہوا ۔ اور وہ مارگیٹ اور رامسگیٹ کے بہت سے کپتانوں سے ملکر خوش خوش کمرہ عدالت سے رخصت ہو گیا ۔ ان لوگوں نے اس کو ایک دال میں بڑی شاندار دعوت دی ۔ اور عدالت کا خرچ مسز چوپے کو ادا کرنا پڑا ۔ بے چاری نے جو روپیہ کپڑوں کی تجارت میں کمایا تھا ۔ سب برباد ہو گیا ۔۔۔ اور سچ پوچھو تو کس کو خبر تھی ۔ کہ مسٹر ریڈکلف ایک لارڈ ثابت ہوں گے ۔ اور ان کی شادی ایک ملکہ سے ہو جائے گی مجھے اپنی خوش نصیبی پر رشک آتا ہے ۔ ایک حقیقی ڈیوک اور حقیقی لارڈ میرے مکان کا کرایہ دار رہے ۔ اسی لئے ہمسایہ کے لوگ میری عزت کرتے ہیں ۔"

کرسچن کو مسز سیکالے کی بے جوڑ باتوں پر رہ رہ کر ہنسی آتی تھی ۔ آخر اس نے مشکل سے ضبط کر کے کہا "یہ تو کہئے مسز سفکن کا کیا حال ہے ؟"

"سرکار اس کا حال بدستور ابتر ہے" مسز سیکالے نے نفرت سے جواب دیا "بڑی کینہ ور حاسد عورت ہے ۔ جب اس کو معلوم ہو گا ۔ کہ میں نے آپ سے اور لیڈی کرسٹینا سے ملاقات کی ہے تو سچ جانئے ۔ حسد سے پاگل ہو جائے گی ۔ میں کئی دن سے آنا آنا کر رہی تھی ۔ آخر آج نئی نوکرانی سے کہا جین ۔۔۔ میں نے کہا ۔ کپتان فلیشر ۔۔۔ یہ نئے کرایہ دار کا نام ہے ۔۔۔ جین میں نے کہا آج کپتان فلیشر گھر پر کھانا نہ کھائیں گے اس لئے جو گوشت ان کی خاطر رکھا ہوا تھا ۔ وہ لاؤ مجھے لا دو ۔ کل تک بساندہ دے جائے گا ۔ بس اسی کا ناشتہ کر کے آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر

# ۱۹۲۹

ہوگئی۔ دراصل یہ آدمی کپتان فنیسٹر پڑانیک ہے۔ اکثر اپنی چائے اور شراب کو باہر ہی چھوڑ جاتا ہے کمینوں کی طرح بند رکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ آپ کو تو یاد ہوگا۔ ایک زمانے میں میرے ہاں دوسری منزل پر ایک شخص جانسن اور اس کا قبیلہ رہا کرتا تھا۔ اب وہ مسز سفکن کے مکان پر اٹھ گئے ہیں اور میں بہت خوش ہوں۔ وہ عورت میرے حق میں جتنی برائی کرتی ہے۔ یہ اس کی بدترین سزا ہے ایسی ذلیل عورت کے گھر میں ایسے کمینے کرایہ دار ہی رہنے چاہئیں۔"

وہ بہت دیر تک اس قسم کی بے جوڑ باتیں کرتی رہی۔ حتے کہ ڈیوک اور لیڈی کرسٹینا دونوں اکتا گئے۔ انہوں نے لنچ کے بہانے اور ذکر چھیڑا۔ اور مسز میکالے جھٹ شریک طعام ہونے کے لئے رضامند ہوگئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ ڈیوک اور اس کی بہن سے بہت سا انعام لے کر رخصت ہوئی۔ مگر اپنے مکان کے دروازہ پر پہنچ کر اس نے کرایہ ادا کرنے کے بہانے قصداً گاڑیبان سے جھگڑا شروع کر دیا۔ کہ اس طرح ہمسایہ میں رہنے والیں اور راہگیروں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوجائے۔ کہ مارچ مونٹ ہوس سے واپس آئی ہیں۔ آدھ گھنٹہ برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ اور اس دوران میں نہ جانے کتنی بار مارچ مونٹ ہوس جانے کا ذکر آیا۔ آخر جب اس بارہ میں اطمینان ہوگیا کہ یہ بات اب ہر شخص کو معلوم ہوگئی ہے۔ تو اس نے پورا کرایہ ادا کرنے کے علاوہ چھ پنس بطور انعام بھی دیئے۔ اور چونکہ اسکی طرف سے ایسی فیاضی بہت کم ظاہر ہوتی تھی۔ اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت غیر معمولی طور پر خوش تھی۔

مسز میکالے کی ملاقات کے دو دن بعد ڈیوک آف مارچ مونٹ کے چند اور پرانے ملاقاتی ملنے کے لئے آ گئے۔ سہ پہر کے دو بجے تھے۔ کہ تین آدمی جن کی صورت کہے دیتی تھی۔ کہ غیر ملک کے رہنے والے ہیں۔ نگر یوسکوئر والے مکان کے دروازہ پر آئے۔ کپڑے میلے اور وضع اور فیشن کے بالکل خلاف تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں یورپ کے کسی گمنام کباڑی کی دکان سے خریدا گیا ہے کسی کی بے جا مذمت ہمارا شیوہ نہیں۔ مگر راستی کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ صحیح معنوں میں یہ لوگ نکبت و افلاس کے پتلے تھے۔ بیرونی پارچات کا تو یہ حال تھا۔ اور اندرونی کا یہ کہ اگر کوئی جبہ یا لبادہ ہو۔ تو کہہ سکتا ہے کہ وہ موجود ہی نہ تھے۔ اور فیاضی سے کام لیا جائے۔ تو سمجھ لو کہ وہ اتنے میلے تھے۔ کہ ان کو نمودار کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ کوٹوں کے گریبان گلے تک بند تھے۔ اور نہ آستین اور نہ دامن سے اندرونی پارچات کا کوئی حصہ نظر آتا تھا۔ یہ لوگ مارچ مونٹ ہوس کے دروازہ پر کھڑے ہوئے۔ تو دربان کو اس طرح کی ہیبت آئی

جس میں پیاز، تمبا کو اور پسینہ کی بو ملی ہوئی تھی۔ اور چونکہ بلگریو سکوئر میں جہاں فقط امیر طبقہ کے لوگ رہتے ہیں۔ ایسی بو عموماً معدوم تھی۔ اس لئے دربان نے ان کی ذات سے منسوب کر کے فوراً ناک چڑھانا شروع کیا۔

ان لوگوں نے جب دیکھا کہ ایک ادنے غلام ہماری طرف نفرت سے دیکھتا ہے۔ تو ازراہ تکبر سے سر اٹھا کر اپنے کثیف ہاتھوں کو داڑھی اور مونچھوں پر پھیرنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے شکستہ انگریزی میں کہا ”ارے بھئی ہم اس گھر کے مالک نوجوان ڈیوک سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”سرکار والا اس وقت مصروف ہیں۔“ نوکر نے جو فطرتاً نیک اور خوش خلق تھا۔ مختصر طور پر جواب دیا۔

”تب ہم انتظار کرتے ہیں۔“ اس شخص نے جو پہلے بولا تھا کہا۔ ”شاید تم نے ہم کو پہچانا نہیں۔ اپنے ملک میں ہم بہت بڑے آدمی ہیں۔“

دربان نے ان کی طرف اس طرح دیکھا۔ گویا کہہ رہا ہے کہ تم اگر وہیں رہتے تو اچھا تھا۔ کیونکہ اس ملک میں تو کوئی تمہیں بڑا آدمی سمجھنے کو تیار نہ ہوگا۔

”تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ ہم کون ہیں۔“ اس شخص نے پھر کہا۔ ”سنو میرا نام شوبلیر گمبین ہے۔ اور میں ڈیوک آف سٹابرگ کا لارڈ چیمبرلین یا حاجب خاص ہوں۔ یہ میرے دوست شوبلیر کیجبران کے داروغہ اصطبل ہیں۔ اور آپ کا اسم گرامی کونٹ فرمین ہاسن ہے۔ اور وہ حضور پر نور کے عصا بردار ہیں۔“

دربان نے یہ تفصیل سن کر اپنا ہاتھ پریشانی سے ماتھے پر پھیرا۔ کبھی ان لوگوں کی صورتیں دیکھتا۔ اور کبھی اس بو کا خیال کرتا۔ جو ان کے منہ سے آ رہی تھی۔ اور پھر سوچتا کیا اہلکاران ایوانی کی یہی قطع وضع ہوتی ہے۔

اور ایک نوکر سے جو پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ مخاطب ہو کر دربان نے کہا ”میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ لوگ چاہتے کیا ہیں۔“ پھر شوبلیر گمبین کو چند پنس پیش کر کے کہنے لگا۔ ”جاؤ بھلے آدمی اپنی راہ لو۔ شہر کے اس حصہ میں پولیس آوارہ گردوں اور فقیروں پر بہت سختی کرتی ہے۔ کسی نے دیکھ لیا۔ تو جیلخانہ بھیج دیے جاؤ گے۔“

”کیا ہم کو آوارہ گرد و فقیر کہتے ہو!“ شوبلیر گمبین نے غضبناک ہو کر داڑھی کے بالوں کو نوچتے ہوئے کہا۔ ”گستاخ آدمی تم نہیں جانتے ہم کون ہیں۔ ہم اپنے ملک میں بہت بڑے آدمی ہیں ہم“

"اہل امیر اور عالی قدر لارڈ ہیں۔ ہمیں اپنے ملک کے دربار میں بڑی عزت حاصل ہے۔ اس ملک میں بھی"

۔۔ کچھ جوش اور کچھ انگریزی کی پوری لیاقت نہ ہونے کے باعث وہ فقرہ کو مکمل نہ کر سکا۔ مگر اس کے اشاروں سے معلوم ہوتا تھا کہ نوکر کے لفظوں کو وہ اصل توہین سمجھتا ہے۔ دربان بے چارہ تھوڑی دیر حیران و ششدر اس کے منہ کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا "میرے خیال میں ایسے بے باک اور منہ پھٹ فقیر جیسے تم ہو۔ بہت کم دیکھے گئے ہیں۔"

شویلیر گمبین کا غصہ اور تیز ہوا اور اس نے داڑھی کے سرخ بالوں پر جلد جلد ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ مگر اس وقت شویلیر کیجر نے جو اب تک چپ چاپ کھڑا تھا۔ ایک نہایت میلا کارڈ پیش کرتے ہوئے کہا "دیکھو! اسے اپنے مالک کے پاس لے جاؤ۔ بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس کا تمہارے مالک پر کیا اثر ہوتا ہے۔"

حالت سخت ناگوار ہو چلی تھی اس لئے دوسرے نوکر نے جو پاس کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ دربان سے مخاطب ہو کر کہا "میرے خیال میں کارڈ لے لو۔ مجھے ان لوگوں کا حال کچھ کچھ یاد ہے۔"

نوکر نے مجبور ہو کر کارڈ لے لیا۔ اور اسے کمرہ نشست میں کرسچن کے پاس لے گیا۔ نوجوان ڈیوک اس وقت اکیلا ہی تھا۔ کیونکہ کرسٹینا دوسرے کمرہ میں اپنی سہیلیوں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

کرسچن نے کارڈ دیکھا تو سوارٹ ہوٹل کے پرانے ملاقاتیوں کی آمد پر کچھ حیرت اور کچھ رنج ہوا۔ انکار بعید از اخلاق سمجھ کر اس نے نوکر سے کہا "بہت اچھا۔ ان لوگوں کو میرے پاس بھیج دو"۔ اسکے تھوڑی دیر بعد تینوں خستہ حال جرمن کمرہ میں داخل ہوئے۔ ان کی حالت زار سے نوجوان ڈیوک کے دل میں فوراً خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ لوگ اب تک ڈیوک آف سالبرگ کے مصاحب ہیں تو ان کی مالی حالت یقیناً بہت ابتر ہو چکی ہوگی۔ مگر اس کو اس مضمون پر بہت دیر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ کیونکہ شویلیر گمبین کمرہ میں آتے ہی کرسچن کی طرف بڑھا اور جس طرح ریچھ اپنے شکار کو زور سے کھینچ لیتا ہے۔ اسے اپنی طرف کھینچ کر چھاتی سے لگا لیا۔ اس کے ساتھ ہی کمرہ میں تمباکو، پیاز اور پسینہ کی اتنی سخت بو پیدا ہوئی کہ کھڑے رہنا دشوار ہو گیا۔

"میرے دوست۔ میرے دوست" شویلیر نے کرسچن کو بڑے زور سے لپٹا کر کہا "تمہیں دیکھ کر میرا دل خوشی سے پھٹا جاتا ہے۔"

"اب تو آپ کی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی۔" شویلیر کیجر نے اپنی باری پر اسی طرح اظہار محبت کرتے ہوئے کہا "اب آپ بہت بڑے امیر بن گئے ہیں۔"

یاد ہو مجھ تو آؤ کہ اپنی طرح گلے مل لیں۔" فرمین ہاسن نے نوجوان ڈیوک کی طرف دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ مگر اس کوشش میں اس کو سخت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ کرسچن اس غیر معمولی جوش محبت سے پریشان ہو کر میز کے پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اور اب وہیں سے اس نے تینوں ملاقاتیوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

کرسیوں پر بیٹھ جانے کے بعد شوئیلر گمبین نے باقیوں کی طرف سے سلسلہ تقریر جاری رکھا کیونکہ گو پہلی ملاقات میں وہ انگریزی سے بالکل نابلد تھا۔ تاہم اب شکستہ الفاظ میں کسی حد تک اظہار خیالات کے قابل ہو چکا تھا۔ کہنے لگا "ہم لوگ حال ہی میں انگلستان آئے ہیں۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ ہمارے آقائے نامدار کے سابق معتمد کو ڈیوک آف ہاپ مونٹ کا اعزاز حاصل ہو گیا ہے۔ ہمارے آقا ڈیوک آف سٹابرگ ہفتہ عشرہ تک لندن کی سیر کرنے آئیں گے ہم لوگوں کو اس خیال سے پہلے بھیج دیا۔ کہ ان کے آنے تک مناسب ہوٹل میں جگہ کا انتظام ہو جائے ادھر سے جاتے ہوئے خیال آیا۔ آپ کی بھی زیارت ہو جائے۔"

کرسچن نے اس بے معنی تقریر کو سرد مہری سے سنا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ آدمی گمبین گو انگلستان میں شوئیلر کہلاتا اور لارڈ چیمبرلین سمجھا جاتا ہے۔ تاہم جرمنی میں اس کی حیثیت ایک معمولی نوکر سے زیادہ نہیں۔ یہی حال شوئیلر کیجر کا ہے۔ اور فرمین ہاسن بھی گو یہاں کونٹ کا اعزاز رکھتا۔ اور ڈیوک آف سٹابرگ کا عصا بردار مانا جاتا ہے۔ تاہم جرمنی میں اسکی حیثیت ایک ادنیٰ نوکر سے زیادہ نہیں جس کا فرض ایک معمولی چھڑی ہاتھ میں لیکر مالک کے ساتھ رہنا ہے۔ علاوہ بریں وہ جانتا تھا۔ کہ یہ لوگ روپیہ یا کھانا حاصل کرنے کو ہر طرح کی اوچھی حرکات کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور گو اسے ان کی غریبی پر افسوس تھا۔ تاہم اس خیال سے نفرت بھی تھی۔ کہ اس ملک میں آکر وہ اپنے آپ کو بے وجہ کیوں امیر ظاہر کرتے ہیں۔ ان حالات میں اس نے اپنے دل سے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ میں انہیں شراب کا گلاس تک پیش نہ کروں گا۔ نہ دوبارہ ادھر آنے کی دعوت دوں گا۔

اتنے میں شوئیلر گمبین نے کمرہ کے چاروں طرف نظر ڈالی۔ پھر کہنے لگا "سابق لارڈ آپ کا مکان بہت عالیشان ہے۔ غالباً آپ بھولے نہ ہوں گے۔ کہ کبھی ہم مل کر شراب پیا کرتے تھے۔ مگر وہ ہوٹل کی پانی ملی ہوئی شراب ہوتی تھی۔ آج تو آپ کے توشہ خانہ سے پئیں گے۔ ذرا گھنٹی بجائیے۔ کہ نوکر شمپین لے آئے۔ اس وقت گرمی بہت ہے۔ اور مجھے پیاس لگ رہی ہے۔"

"واقعی آج گرمی تیز ہے۔" شوئیلر کیجر نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے علاوہ لنچ جو ہم نے کھایا۔ اس میں نمک زیادہ تھا۔ اس وقت گلا خشک ہو رہا ہے۔ اور طبیعت کوئی سرد و مسکن

چیز مانگتی ہے۔"

مگر کرسچن ان اشاروں کو نظر انداز کر گیا۔ اور بات پلٹ کر کہنے لگا "کچھ عرصہ ہوا میں نے تمہارے دوست ہیرن ریگڈ بیک کو اس حالت میں دیکھا تھا۔۔۔"

"آہ۔ وہ شخص ریگڈ بیک بڑا بدمعاش تھا۔ ہگبین نے جلدی سے کہا "وہ چور اور۔۔۔ اور بہت برا آدمی ثابت ہوا۔"

"وہ بہت کمینہ آدمی تھا۔" شوبلیبر کبھیبر نے تائید کہا۔

"آپ سن کر حیران ہونگے۔ کہ وہ ہمارے آقائے نامدار کے گھوڑے کی کاٹھی چرا کر لے گیا۔" فرمین ہاسن نے بیان کیا۔

"مگر ہاں یاد آگیا پچھلی مرتبہ جب تم لوگ یہاں تھے تو سنا ہے ایک جلسہ دعوت میں بڑا ناگوار واقعہ پیش آیا تھا۔" کرسچن نے کوٹ کو مخاطب کر کے کہا "کم از کم اس قسم کی افواہ ضرور پھیلی ہوئی تھی۔۔۔"

"جھوٹ! بالکل جھوٹ!" فرمین ہاسن نے جس کے چہرہ کی رنگت دفعتاً سرخ ہو گئی تھی جوش سے کہا "شائی لارڈ کمینہ لوگ بڑے آدمیوں کی نسبت اکثر جھوٹی باتیں مشہور کیا کرتے ہیں۔ اور اس ملک کے اخبار تو نہایت دریدہ دہن ہیں۔ ان میں اکثر جھوٹی باتیں درج ہوا کرتی ہیں۔ ہمارے ملک میں کوئی اخبار ایسی ناشائستہ حرکت کرے۔ تو ایڈیٹر کو قید کر کے اخبار کی اشاعت فوراً روک دی جاتی ہے۔ سنئے میں ایک راز کی خبر سناتا ہوں" اس نے یکایک پُراسرار لہجہ اختیار کر کے کہا "ہمارے آقائے نامدار عنقریب یہاں آئیں گے۔ تو ان کا ارادہ وہ گورنمنٹ پر اس قسم کا زور ڈالنے کا ہے۔ جس سے اخباروں کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی کی روک تھام ہو جائے۔"

"نہیں! یہ ہرگز نہ ہوگا۔" کرسچن نے کسی قدر جوش سے کہا۔ "اگر ڈیوک آف سٹالبرگ کے دل میں واقعی اس طرح کا خیال پیدا ہوا ہے۔ تو ان کی سخت غلطی ہے۔ میں کسی کے خلاف تعصب رکھنا پسند نہیں کرتا۔ مگر تمہارے آقا کا جو حال میں نے پچھلی بار دیکھا تھا۔ اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ اس ملک میں جتنا کم آئیں۔ اتنا ہی ان کے لئے بہتر ہے۔"

"واقعی" شوبلیبر گبین نے الٹا سمجھ کر کہا۔ "ہمارے آقائے عالی تبار جتنا زیادہ اس ملک میں رہیں۔ اتنا ہی فریقین کے لئے بہتر ہے۔ مگر آپ اجازت دیں تو گھنٹی بجاؤں کہ نوکر شراب لے آئے پیاس سے زبان خشک ہو رہی ہے۔"

"تصدیعہ معاف" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا "میرے پاس سردست زیادہ گفتگو کے لئے وقت نہیں ہے۔"

"خیر جیسے آپ کی مرضی" شوبلیر گمبین نے جھینپ کر کہا۔ اگر آپ کا وقت اتنا ہی قیمتی ہے۔ تو ہم اُسے ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔ مگر بات یہ ہے۔ ہمارا بٹوہ اتفاقاً گم ہو گیا۔ اور مجھے آقا کے لئے کچھ سامان خریدنا ہے۔ اس لئے اگر آپ پانچ پونڈ قرض دیں۔ تو بڑی عنایت ہوگی۔"

"میں روپے کا لین دین نہیں کیا کرتا" کرسچن نے سرد مہری سے جواب دیا۔

"آپ کو جو تکلیف ہوئی۔ اس کا ہمیں بہت افسوس ہے۔" شوبلیر گمبین نے کہا۔ "دراصل ہمارا ارادہ بنک جانے کا تھا۔ مگر اب وقت کم رہ گیا ہے۔ گاڑی کرایہ پر لینی پڑے گی۔ خیر گاڑی کا کرایہ ادا کرنے کو کچھ دے دیجیے۔"

کرسچن نے چاندی کے دو چار سکے انداز نفرت سے میز پر ڈال دیئے۔ اور ڈیوک آف سٹالبرگ کے تینوں اہلکار ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے۔ جیسے بھوکے گدھ مردار پر گرتے ہیں۔ کرسچن کو ان کی حالت دیکھ کر سخت افسوس ہوا۔ اس نے زور سے گھنٹی بجائی۔ اور دفتر کی طرف چلا گیا۔ اس پر کونٹ اور اس کے ساتھیوں نے آپس میں اس قسم کے اشارے کئے جن سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اب ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔ چنانچہ ان چاندی کے سکوں پر ہی اکتفا کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ پاس ہی ایک شرابخانہ میں جا کر انہوں نے اس روپے سے تمباکو اور بیئر پینی شروع کی۔ اور کرسچن کی دی ہوئی نقدی اس کار ثواب میں صرف ہوئی۔

مگر اس میں شک نہیں تھا۔ کہ وہ اپنے آقائے نامدار کے لئے ابتدائی تیاریاں کرنے ہی انگلستان آئے تھے۔ میرارٹ ہوٹل کے مالک کو ان لوگوں کے قیام کا جو تلخ تجربہ اس سے پہلے ہو چکا تھا۔ اس کے بعد وہ یقیناً انہیں جگہ دینے کو آمادہ نہ ہوتا۔ مگر اس خیال سے کہ میرے انکار سے بعض حلقوں میں رنجیدگی پیدا نہ ہو جائے مجبوراً آمادہ ہو گیا۔ واضح ہو کہ ڈیوک آف سٹالبرگ نے کونٹ نرمسین ٹاسن کو دعوت کے افسوسناک واقعہ کے بعد موقوف کر دیا تھا۔ تاہم بعدازاں منت سماجت پر اس کو دوبارہ ملازمت میں لے لیا گیا۔ کیونکہ خیال تھا۔ انگلستان کے رہنے والے اب اس واقعہ کو بھول گئے ہوں گے۔ مگر نوجوان ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اس کا ذکر کیا۔ تو دونوں شوبلیر اور کونٹ کو سخت پریشانی ہوئی اور گھبراہٹ میں انکار کے سوا کچھ جواب بن نہ آیا۔

# باب ۱۵۱

## کپتان سٹانلے

ناظرین بھولے نہیں ہوں گے۔ کہ کپتان سٹانلے نے شریری ولا ناٹنگ ہل کے قریب ایک گلی میں کرسٹینا کو برکر کے دست تظلم سے بچایا تھا۔ درحقیقت اس وقت ہی کپتان کے دل میں اس نازنین کے لئے احساس محبت پیدا ہو گیا تھا۔ اور اس لئے اس نے دوبارہ ملنے کی اجازت طلب کی تھی۔ اس کے جواب میں کرسٹینا نے کہا تھا۔ کہ مجھے امید ہے میاں مانی اندراجن کے مکان پر میں رہتی ہوں۔ آپ کا پرتپاک خیر مقدم کرینگی گویا انداز ممنونیت کو ہاتھ سے نہ دیتے ہوئے اس نے اپنی طرف سے کسی طرح کی حوصلہ افزائی نہ کی تھی اس کے بعد دفعتاً وہ غیر معمولی واقعات پیش آئے جنہوں نے کرسچن اور کرسٹینا کی حالت میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اس لئے کئی روز تک آپس میں ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ لیکن آخر کار وہ اس سے مارچ مونٹ ہوس میں ملا۔ اور اس ملاقات نے وہ محبت جو پہلے ہی اس کے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ زیادہ مضبوط کر دی۔

رابرٹ سٹانلے کی عمر اس وقت پچیس سال کے قریب تھی۔ اور وہ بہت خوش رو نوجوان تھا۔ وہ سب اوصاف جو مردوں میں ہونے چاہئیں۔ اس میں پائے جاتے تھے۔ اور فیاضی اور فراخ حوصلگی تو اسکی سرشت کا جوہر تھی۔ اخلاق بلند۔ عادات نیک۔ ذہانت قابل تعریف اور اطوار شائستہ تھے۔ وہ ایک مالدار بیرونٹ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اور سوسائٹی میں اونچا درجہ رکھنے کی وجہ سے طبقۂ اعلیٰ کی حسین و جمیل عورتوں سے حسب منشا انتخاب کر سکتا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کرسٹینا کو دیکھنے سے پہلے کسی عورت نے اس کے دل پر اثر ہی نہ کیا تھا۔ گویا محبت کا وہ احساس جو کرسٹینا سے مل کر اس کے دل میں پیدا ہوا۔ سب سے پہلا تھا۔ اس کے بعد جتنا زیادہ اس نے ڈیوک آف مارچ مونٹ کی بہن کے مزاج و عادات کا مشاہدہ کیا۔ اسی قدر اس کے اوصاف حسنہ کا گرویدہ ہوتا گیا حتے کہ اب محسوس کرتا تھا۔ کہ اس کے برابر حسین و خوش اطوار عورت دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔

ڈیوک آف مارچ مونٹ اور کپتان سٹانلے میں پہلے ہی دوستانہ تعلقات تھے۔ اس لئے بلگریو سکویئر والے محل میں اس کی بے تکلفی تھی حسن اتفاق سے وہ فوج جس سے اس کا تعلق تھا۔ ان دنوں ہونسلو میں ٹھیری ہوئی تھی۔ جہاں سے مارچ مونٹ ہوس کا فاصلہ بہت کم تھا۔ اس میں شک نہیں کرسٹینا سے اس کو سچی محبت ہو چکی تھی۔ تاہم اس کے اظہار میں اس نے کبھی ادب و احترام کو ہاتھ سے نہ

دیا ۔ ذکی الحس ہونے کی وجہ سے جب تک کرسٹینا نے سوگ کا لباس پہنا ۔ اس نے کبھی محبت کا ذکر نہیں چھیڑا ۔ نہ اس کے بھائی سے ہی اشارتاً کچھ کہا ۔ اس طرح کئی ہفتے گذر گئے ۔ اور ڈیوک آف مارچ مونٹ کے دل میں گمان تک پیدا نہ ہوا ۔ کہ رابرٹ سٹانلے کو میری بہن سے محبت ہے ۔ نہ لیڈی کرسٹینا کو ہی اس بارہ میں خیال پیدا ہوا ۔

ادک لینڈس کے قابل یاد واقعات کو چھ ماہ کا عرصہ گذر گیا ۔ اور نوجوان ڈیوک آف مارچ مونٹ اور مس اسابیلا ونسنٹ کی شادی کے ایام قریب آئے ۔ کرسچن ہم شادی سے سات آٹھ دن پہلے قصر ادک لینڈس میں اٹھ گیا تھا کہ وہاں احباب کی دعوت کا انتظام کر سکے ۔ کرسٹینا بھائی کے ساتھ تھی مہمانوں میں قابل ذکر نام سر ایڈگر اور لیڈی بیورے ۔ سر فریڈرک اور لیڈی انسٹیشیا لیتھم اور کپتان سٹانلے کے تھے ۔ اسابیلا ونسنٹ اپنے مکان واقع کنسنگٹن میں ایک دور کی رشتہ دار عمر رسیدہ عورت کے پاس رہتی تھی ۔ اور دونوں طرف شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں ۔ کپتان سٹانلے کے والد سر ولیم سٹانلے کو بھی اس تقریب پر مدعو کیا گیا تھا ۔ مگر وہ کسی سرکاری کام پر جس کا حال بیٹے کو بالکل معلوم نہ تھا ۔ لندن گیا ہوا تھا ۔ مخفی نہ رہے کہ اضلاع شمال میں اس شخص کا غیر معمولی اثر تھا ۔ کئی سال تک وہ ان اضلاع کی طرف سے پارلیمنٹ کا ممبر رہا ۔ مگر بعد ازاں جب ہندوستان جانا پڑا ۔ تو ممبری ترک کر دی ۔ اور واپس آنے کے بعد پھر اس کام کو ہاتھ میں لینے کا اتفاق نہیں ہوا ۔

یہ جماعت قصر ادک لینڈس میں جمع ہو گئی ۔ تو کپتان سٹانلے کے دل میں اس خیال سے بے چینی ہونے لگی ۔ کہ موقعہ پا کر کسی روز کرسٹینا سے اظہار محبت کرنا چاہیے ۔ سوگ کا زمانہ قریب الختم تھا اور نوجوان ڈیوک کی شادی کے دن قریب آ رہے تھے ۔ اس لئے قصر ادک لینڈس میں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی ۔ سٹانلے نے اس وقت تک کرسٹینا کے متعلق اپنے جذبات کو باحتیاط چھپایا ہوا تھا ۔ مگر آئندہ ایسا کرنے کی ضرورت نہ تھی ۔ واضح ہو کہ لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ اور کرسٹینا کے درمیان جو واقعات پیش آئے تھے ۔ ان کا اسے مطلق علم نہ تھا ۔ فی الحقیقت اسے گمان تک نہ تھا ۔ کہ لیڈی کرسٹینا کسی اور سے محبت کر چکی ہے ۔ اور گو اب تک اس بارہ میں بھی کوئی خاص ثبوت نہ تھا ۔ کہ میری شخصیت کا اس نازنین کے دل پر کچھ اثر ہوا ہے ۔ تاہم وہ سمجھتا تھا ۔ کہ میدان عشق میں قسمت آزمائی فرض ہے ۔ ایسا کرنے میں کسی طرح کا حرج نہیں ۔ البتہ کبھی کبھی یہ خیال دل میں کسک پیدا کر دیتا تھا کہ کرسٹینا ایک نامدار ڈیوک کی بہن ہے ۔ کیا عجب وہ زیادہ بلند طبقہ میں شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہو ۔ اور اس کے بھائی کا بھی یہ خیال ہو ۔ کہ اس کی شادی کسی خاندانی امیر سے کی جائے ۔ مگر دوسری

طرف یہ بھی ظاہر تھا۔ کہ لیڈی کرسٹینا عز و جاہ کی ہوس سے پاک اور نہایت صاف باطن ہے۔ جس خوش نصیب سے اس کو سچی محبت ہو گی۔ وہ اس سے شادی کرنے میں دریغ نہ کرے گی۔ اس کے بھائی کے متعلق بھی جس قدر حالات اسے معلوم تھے۔ ان کی بنا پر وہ سمجھتا تھا۔ کہ وہ مال و دولت سے زیادہ بہن کی خوشی کو مدنظر رکھے گا۔ اس لئے میری درخواست کو اس بنا پر ہرگز رد نہ کیا جائے گا۔ کہ کرسٹینا کی شادی کسی بلند طبقہ امیر ہی سے ہو سکتی ہے۔

خیر تو اس جماعت کو قصر واک لینڈز میں آئے دوسرا دن تھا کہ کرسٹینا جو ہمیشہ بہت سویرے اٹھنے کی عادی تھی۔ علی الصبح سیر باغ کے لئے نکلی۔ بہار کی دلفریبیاں گرما کے اثر سے بلوغ کامل حاصل کر چکی تھیں۔ اور واک لینڈز کے وسیع باغات میں ہرے ہرے درخت پھولوں کا پیرہن زیب تن کرا رہے تھے۔ سرو و شمشاد کی ٹہنیوں پر پرندے چہچہاتے تھے۔ اور فواروں کے اڑتے ہوئے پانی طلوع آفتاب کی روشنی میں قوس قزح کا رنگ پیدا کر رہے تھے۔ مخملی گھاس پر شبنم کے موتی جڑے ہوئے تھے اور ہوا میں فرحت بخش تازگی پائی جاتی تھی۔ کرسٹینا سیر کرتی ہوئی اس وسیع میدان سے گذر رہی جو اس کے بھائی کی ملکیت تھی۔ صبح کی طرب انگیز ہوا نے روئے آتش رنگ پر تپائے ہوئے کندن کی چمک پیدا کر دی۔ خوش خوش چلتی باغ سے گذر کر کھیتوں میں داخل ہوئی۔ اور بے خبری میں بہت دور آگے نکل گئی۔ چلتے چلتے ایک باڑ کے پاس پہنچی۔ اور اس جگہ رک کر منظر کی دلفریبیوں کو نظر تعریف سے دیکھنے لگی۔ اسی محویت میں کھڑی تھی کہ دفعتاً جھاڑیوں کے پیچھے سے ایک ایسی بھیانک صورت نمودار ہوئی جسے دیکھ کر چونک گئی۔ اور چہرہ پر دہشت برسنے لگی۔

یہ ایک دراز قامت عورت تھی۔ جس کا خشک استخوانی بدن کثیف چیتھڑوں میں نیم عریانی کی حالت رکھتا تھا۔ واقعہ میں اس کی عمر چالیس سال سے اوپر نہ ہو گی۔ مگر فکر و احتیاج اور آوارہ گردی کے اثرات سے ۷۰ سال کی بوڑھی نظر آتی تھی۔ بدن اتنا لاغر کہ ہڈیوں پر ذرا پوست باقی رہ گیا تھا گال پچکے ہوئے۔ آنکھیں گڑی زرد اور بال الجھے ہوئے تھے۔ اور کپڑوں کی ... اگر ان چیتھڑوں کو جو اس کے بدن پر تھے کپڑے کہا جا سکتا ہے۔ یہ حالت تھی۔ کہ اس کا ستر ڈھکنے کو بھی ناکافی تھے۔ مصیبت و افلاس کے علاوہ اس کی نگاہ سے اس طرح کی وحشت برستی تھی۔ گویا پیہم صدمات نے دیوانگی کی حالت پیدا کر دی ہے مگر حلقوں میں دبی ہوئی آنکھوں میں اب بھی وہ چمک پائی جاتی تھی جو کبھی ان سے مخصوص تھی۔ جھاڑیوں سے نکل کر کرسٹینا کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ تو اس کی صورت ایسی بھیانک تھی کہ فطرتاً مستقل مزاج ہونے کے باوجود کرسٹینا کا ڈر جانا باعث حیرت نہ تھا۔

# ۱۹۴۸

کرسٹینا نے چاروں طرف دیکھا۔ وہ گھر سے بہت دور آگئی تھی ۔ اور آس پاس کوئی آدمی دکھائی نہ دیتا تھا۔ ویران مقام اور ایک دیوانی عورت کا سامنا ہرچند بڑی مستقل مزاج عورت تھی۔ مگر اس وقت بے اختیار جی میں آئی ۔ کہ کاش گھر سے اتنی دور نہ آتی ۔ اس خیال سے کہ عورت محتاج و غریب ہے ۔ ممکن ہے خیرات لیکر ٹل جائے ۔ اس نے جیب سے بٹوہ نکال کر چاندی کے دو تین سکے نکالے مگر کھلا ہوا بٹوہ دیکھکر عورت کی نگاہ طلائی سکوں پر جا پڑی ۔ دفعتہً اس نے کرسٹینا کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا ۔ کہ اس کا خوف دوبالا ہو گیا ۔

" کیا تم اس اونچے مکان میں رہتی ہو؟" عورت نے محل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔" اور تمہارا ہی نام لیڈی کرسٹینا ووین ہے ؟ آہ ! تم نہیں جانتی ہو ۔ کہ اپنی موجودہ ثروت کے لئے تم بہن بھائی کس قدر میرے احسان مند ہو ۔ معلوم ہوتا ۔ تو اس حالت میں کہ تمہارے پاس اتنا سونا موجود ہے مجھے چاندی کے دو حقیر سکے پیش نہ کرتیں ۔"

" تم کون ہو جس کا ہم پر اتنا بھاری احسان ہے ؟" کرسٹینا نے انداز حیرت سے پوچھا ۔" اگر تم واقعی ثابت کر سکو ۔ ۔ ۔"

" آہ ! مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ یہ ذکر چھیڑ دیا ۔" عورت نے قطع کلام کر کے کہا ۔" یہ وقت سارا حال ظاہر کرنے کا نہیں ہے ۔ مگر میری پریشان حالی اس بات کی گواہ ہے ۔" اس نے تلخ لہجہ میں کہا ۔" کہ دنیا کی بدنصیب ہستیوں میں میں سب سے بدنصیب ہوں ۔ کئی مہینوں سے میں اتنی مصیبت اٹھا چکی ہوں کہ حیرت ہے یہ سختیاں جھیلنے کے بعد اب تک زندہ ہوں ۔ آہ ! میری مصیبتوں کا بوجھ اتنا بھاری ہے ۔ کہ اگر اس کو بارہ آدمیوں پر تقسیم کیا جاتا ۔ تو بھی ہر ایک کے لئے ناقابل برداشت ہوتا ۔ کسے معلوم ہے کہ اس عرصہ میں ہفتوں میں نے ساری ساری رات آنکھوں میں کاٹی ہے ۔ کبھی تھک کر جھاڑیوں کے نیچے بیہوش پڑی رہی ہوں ۔ اور کبھی پاستا آرام بھی میسر نہیں ہوا ۔ ان سردیوں میں رضائی اور کمبل تو کہاں تن ڈھانپنے کو کپڑا تک نصیب نہیں ہوا ۔ ۔ مگر ہاں کیا مضائقہ ہے ۔ تم امیروں کو غریبوں کی پروا کیوں ہو؟ ۔ ۔ ۔"

" تمہارا یہ فیصلہ صحیح نہیں ہے ۔" کرسٹینا نے نرم لہجہ میں جواب دیا ۔" کیونکہ میں بلا اظہار فخر کہہ سکتی ہوں ۔ کہ مجھے یا میرے بھائی کو جب کبھی کسی مصیبت زدہ آدمی کا حال معلوم ہوا ہے ۔ ہم نے اسکی مدد سے ہرگز دریغ نہیں کیا ۔"

" یہ بات ہے تو لاؤ سونے کے سکے جو تمہارے بٹوے میں بھرے ہوئے ہیں مجھے دیدو ۔" عورت

نے جلدی سے کہا۔ "آج اس لامحدود دنیا میں مجھ سے بڑھ کر محتاج و غریب کوئی نہ ہوگا۔ لاؤ یہ سکے جھے دیدو"۔ اس نے اندازِ وحشت سے کہا۔ "ورنہ خدا جانتا ہے۔ میں جبراً چھین لوں گی۔"

کرسٹینا فطرتاً دلیر تھی۔ مگر تھوڑی دیر کے لئے وہ بھی اس کی وحشت ناک نظروں سے ڈر کر کانپ گئی۔ مگر جلدی ہی سنبھل کر اس جبر کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئی۔

کہنے لگی "میں یہ سکے اس طرح ہرگز نہ دوں گی۔ البتہ تم کو اپنی عارضی ضرورتوں کے لئے کچھ امداد درکار ہے۔ تو یہ چاندی کے سکے جو میں پیش کرتی ہوں لے لو۔ زیادہ ضرورت ہوگی۔ تو ہمارے مکان پر چلے آنا۔ اگر تم نے ہمارا اطمینان کرا دیا۔ کہ واقعی ہم پر تمہارا کچھ احسان ہے تو ہم کھلے دل سے تمہاری مدد کریں گے۔"

"میں تمہارے مکان پر نہ آؤں گی۔ بلکہ یہ سکے ابھی وقت وصول کروں گی۔" عورت نے جوش سے کہا۔ اور بٹوہ چھیننے کے لئے کرسٹینا کی طرف جھپٹی۔

کرسٹینا ڈر کر آگے آگے بھاگنے لگی۔ عورت نے اس کا تعاقب کیا۔ اور تھوڑی دور جا کر اس کا شانہ پکڑ لیا۔ کرسٹینا کے منہ سے دردناک چیخ نکلی۔ مگر عین اس وقت کسی کے دوڑتے ہوئے آنے کی آواز سنائی دی۔ اور آن واحد میں کپتان سٹانلے مدد کے لئے آ پہنچا۔ اُسے دیکھ کر عورت کو اپنی سلامتی کی فکر ہوئی۔ اور وہ کرسٹینا کا خیال چھوڑ کر ایک طرف کو بھاگ نکلی۔ سٹانلے بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ وہ تھوڑی دُور جا کر ٹھیر گئی۔ اور سٹانلے کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو کر کہنے لگی۔

"خبردار مجھے ہاتھ لگایا تو میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔"

"میرے نزدیک عورت پر سختی کرنا شیوہ انسانیت سے بعید ہے۔" کپتان سٹانلے نے جواب دیا۔ "مگر یاد رکھو۔ تم اس طرح بچ کر کہیں نہ جا سکو گی۔"

اتنے میں ایک مزدور جو پاس ہی کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ رفع حیرت کے لئے پاس آ گیا۔ اس سے مخاطب ہو کر سٹانلے نے کہا۔ "اس عورت کو پکڑ لو۔ بے اجازت جانے نہ پائے۔"

عورت نے کپتان سٹانلے پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ مزدور نے جھٹ اس کو پکڑ لیا۔ اور اس کے بعد گو اس نے بہتیری مزاحمت کی مگر بے سود۔ مزدور کے زبردست ہاتھوں میں اس کی استخوانی کلائیاں بالکل بے بس ہو گئیں۔

کرسٹینا نے کپتان سٹانلے سے سارا حال بیان کیا جسے سُن کر اس کے دل میں عجیب خیال پیدا ہو گیا اس نے سوچا کہ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو یہ عورت ضرور بار برا سٹرلے ہوگی۔ وہ عرصہ دراز سے عدم پتہ

تھی۔ اور اس کی گرفتاری کے متعلق پولیس کے انعامی اشتہارات کپتان کی نظروں سے گذر چکے تھے ان اشتہاروں میں چھپا ہوا حلیہ بھی اس کو یاد تھا۔ اور گو مفلسی اور احتیاج نے بدنصیب عورت کی حالت میں بڑی تبدیلی پیدا کر دی تھی۔ مگر یہ جاننا بہت مشکل نہ تھا کہ خط و خال وہی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے بہن بھائی پر اپنے احسان کے متعلق جو مبہم الفاظ استعمال کئے تھے۔ ان سے بھی اس خیال کی تصدیق ہوتی تھی۔

سوچ سوچ کر دل سے کہنے لگا۔ "ضرور یہی بات ہوگی" پھر کرسٹینا سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔ "لیڈی کرسٹینا یہ عورت غالباً اس شخص کی بی بی ہے جس نے جیل سے آکر تحقیقاتی کمیٹی کے روبرو شہادت دی تھی۔ میرا اشارہ مجرم سمڈلے کی طرف ہے۔"

کرسٹینا کی رنگت پہلے سے زرد ہو گئی۔ پریشانی سے کہنے لگی "اوہ۔ کپتان سٹانلے میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کر سکتی ہوں۔ کہ آپ نے مجھے ایسی خطرناک عورت سے پناہ دی۔"

باربرا کے پاس جا کر کیونکہ حقیقت میں یہ عورت باربرا سمڈلے ہی تھی۔ کپتان نے کہا "میں سمجھ گیا۔ تم کون ہو۔ خدا کی یہی مرضی تھی۔ کہ تم اب بہت عرصہ تک انصاف کی گرفت سے بچی نہ رہو۔"

"افسوس میں نے کیسی نادانی کی!" بدنصیب عورت نے دست تاسف مل کر کہا۔ "نہ میں جوش میں یہ چند الفاظ کہتی۔ نہ میرا راز فاش ہوتا مگر اچھا ہوا میرے خیال میں فاقہ مرنے سے پھانسی پر لٹک کر مرنا بہتر ہے۔۔۔ اور کیا آپ مجھ بدنصیب پر رحم نہ کریں گی؟" اس نے کرسٹینا کی طرف التجائی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "بیگم یاد کرو۔ اگر میں ان کاغذوں کو سنبھال کر نہ رکھتی۔ جن کی بدولت آپ لوگوں کو یہ عزت حاصل ہوئی ہے۔ تو تمہاری زندگی اسی طرح افلاس میں بسر ہوتی۔۔۔"

"چپ! خاموش!" کپتان سٹانلے نے زور سے کہا۔ "ان کاغذات کو تم نے محض ذاتی نفع کے خیال سے اپنے پاس رکھا تھا۔ اس لئے احسان جتانا فضول ہے۔"

اتنے میں دو تین اور آدمی جو کام پر جا رہے تھے۔ وہاں آ گئے۔ اسے چونکہ بڑا جوش کی میں تھی۔ اس لئے کپتان سٹانلے نے مناسب سمجھا۔ کہ اسے ایک سے زیادہ آدمیوں کی نگرانی میں رکھا جائے۔ چنانچہ اس نے سب آدمیوں کو حکم دیا۔ کہ تم اس عورت کو اپنے ساتھ گاؤں میں لے جاؤ اور حوالہ پولیس کر دو۔ کہ اسے مجسٹریٹی میں پیش کیا جا سکے۔

بیب سمڈلے نے جب دیکھا کہ التجاؤں سے کام نہیں چلتا۔ تو غضبناک ہو کر گالیاں دینے

لگی۔ ایسی حالت میں کپتان سٹانلے نے کرسٹینا کو وہاں سے الگ ہٹا دینا بہتر سمجھا۔ چنانچہ وہ اس کو سہارا دے کر ایک طرف لے گیا۔

یہ دوسرا موقعہ تھا۔ کہ اس نے کرسٹینا کو بروقت امداد دی۔ قدرتی طور پر اس نازنین نے کپتان کی عنایات کا دلی شکریہ ادا کیا۔ سٹانلے پہلے ہی اس کا مداح بن چکا تھا۔ خیال آیا یہ موقعہ اظہار مدعا کے لئے خوب ہے۔ اس وقت خوف کی زردی نے جوش کی سرخی سے مل کر کرسٹینا کی صورت کو اور دلفریب بنا دیا تھا۔ سٹانلے اس پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا دوبارہ پناہ دے کر کپتان سٹانلے نے کرسٹینا کی نظروں میں سچے دوست کی اہمیت حاصل کر لی تھی اس لئے بے تکلف اس کے ساتھ چلنے لگی۔ رستہ میں سٹانلے اس کی طرف تعریف کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کی نگاہ میں کوئی بات ایسی نہ تھی جسے آداب و تہذیب کے خلاف سمجھا جائے۔ آنکھیں اس سچی محبت کا اظہار کرتی تھیں۔ جو کسی مرد نیک کو ایک باحیا دوشیزہ سے ہو سکتی ہے۔

تھوڑی دور چل کر اس نے ہلکی مگر سنجیدہ آواز سے کہا۔ "لیڈی کرسٹینا کیا آپ اس شخص کی عقیدت نامنظور کریں گی۔ جو عرصہ دراز سے آپ کی صفات حسنہ کا قائل تھا۔ اور آج اپنے دل کو بھی آپ پر نثار کر چکا ہے۔ خدا کے لئے یہ نہ سمجھئے۔ کہ میں اس ناچیز خدمت کے عوض جو شکریہ کے دو الفاظ کی بھی مستحق نہیں ہے۔ عنایات کا خواستگار رہتا ہوں۔ نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ اس پہلی ملاقات کے بعد جو نواحات لندن میں ہوئی تھی۔ میں سچے دل سے آپ کا مداح بن چکا تھا۔ آج کے واقعہ نے احساس تعریف میں محبت کا اضافہ کر دیا ہے۔ دل بے اختیار آپ کی نذر ہونا چاہتا ہے۔ فرمائیے کیا آپ اس تحفہ ناچیز کو قبول کر سکتی ہیں؟"

ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ لیڈی کرسٹینا اب تک بے خبر تھی کہ میرے حسن نے رابرٹ سٹانلے کے دل میں اثر محبت پیدا کر دیا ہے۔ ناگہاں ایسے الفاظ سن کر بہت متعجب اور پریشان ہوئی۔ اور تھوڑی دیر تک جواب میں ایک لفظ تک نہ کہہ سکی۔ مگر کپتان نے دیکھا۔ کہ اس کا نازک ہاتھ جو اس کے بازو پر رکھا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ کانپ رہا ہے۔ اسے اپنی محبت کا جواب سمجھ کر اس کا دل خوشی سے بزور دھڑکنے لگا۔ مگر دفعتاً کرسٹینا نے اپنا بازو کھینچ لیا۔ اس کے دلفریب چہرہ پر سنجیدگی ظاہر ہوئی۔ جس نے فوراً افسردگی کی صورت اختیار کر لی۔

"کپتان سٹانلے" اس نے کسی قدر تامل سے جواب دیا۔ "میں نہیں جانتی۔ آپ کے سوال کا کن لفظوں میں جواب دوں۔ آپ نے ازراہ عنایت جو تجویز پیش کی ہے۔ وہ مجھ ناچیز کے لئے عزت افزائی کا باعث

ہے۔ مگر۔۔ افسوس میں اسے منظور نہیں کر سکتی۔"

کیپٹن کو اس جواب سے حیرت بھی ہوئی۔ اور رنج بھی۔ اسے انکار کا گمان تک نہ تھا۔ اپنے دل میں کسی طرح کا بے جا غرور نہ رکھتے ہوئے وہ سمجھتا تھا۔ کہ مجھے اپنی درخواست شادی میں ضرور کامیابی ہوگی۔ مگر انکار اور وہ بھی ایسے مبہم پیرایہ میں کیا گیا۔ جو کرسٹینا کی طبعی بیباکی اور فراخدلی سے بعید تھا۔ اسے معلوم تھا۔ کہ اب تک کرسٹینا کی نسبت قرار نہیں پائی۔ پائی ہوتی تو اس کو چھپانے کی کیا حاجت تھی۔ یا اگر اس کو کسی اور سے محبت تھی۔ تو یہی بات صاف لفظوں میں کہہ دیتی۔ بلکہ انکار کے ساتھ یہ بیان کرتی۔ کہ میں اپنا دل ایک اور کو دے چکی ہوں۔ اس سے کم از کم انکار کی تلخی گھٹ جاتی۔ مگر انکار اور بے وجہ! یہ ان اندازوں سے جو کیپٹن سٹانلے نے کرسٹینا کی نسبت اپنے دل میں قائم کر رکھے تھے اتنا مختلف تھا۔ کہ نہ صرف اس کو سخت تعجب ہوا۔ بلکہ اس نے یہ بھی محسوس کیا۔ کہ اس سے میرے وقار کو صدمہ پہنچا ہے۔

تھوڑی دیر سکوت رہا۔ اس کے بعد کیپٹن نے سرد مہری سے کہا۔ "بانو میں آپ سے معافی چاہتا ہوں ہوں۔ کہ حالت جوش میں چند الفاظ منہ سے نکل گئے۔ امید ہے آپ میری اس جرأت کو معاف کر دیں گی۔۔"

"کیپٹن سٹانلے" اس نازنین نے قطع کلام کر کے کہا۔ "میرے الفاظ نے واضح کر دیا ہوگا۔ کہ آپ نے مجھ ناچیز پر جو عنایت کی ہے۔ میں اس کے لئے تہ دل سے ممنون ہوں۔ پس معافی مانگنے یا دینے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ میں ہرگز آپ سے ناراض نہیں ہوں۔ میرے خیال میں مناسب تھا۔ کہ میں سب حال عرض کر دیتی۔ مگر۔۔۔"

وہ فقرہ کو ناتمام ہی چھوڑ کر رک گئی۔ اور اس کے زرفام رخساروں پر آنسو بہنے لگے۔ انہیں اس نے جلدی سے پونچھ ڈالا۔ اور پھر انداز معصومیت سے مسکرا کر اپنا ہاتھ پیش کرتے ہوئے بولی۔ "بہر حال ہمارے دوستانہ تعلقات آئندہ بھی اسی طرح قائم رہیں گے۔ آپ میرے بھائی کے دوست ہیں اور لئے میں بھی آپ کو اپنا دوست اور محسن سمجھتی ہوں۔ اور یقین فرمائے کہ آپ نے عین موقعہ پر میری جو امداد کی ہے۔ اس کا احسان تا زیست نہ بھولوں گی۔"

"بہت اچھا۔" کیپٹن سٹانلے نے افسردگی سے کہا۔ "میں آپ کی نوازش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" اس کے بعد مردانہ استقلال سے مسکراتے ہوئے اس نے لیڈی کرسٹینا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سرگرمی سے دبایا۔

مگر اس دست حنائی میں نہ معلوم کونسی بجلی مخفی تھی۔ کہ مس ہوتے ہی کیپٹن کی رگوں میں خون کی گ

تیز ہو گئی۔ اس نے اپنے دل سے کہا "میں کرسٹینا کا مطلب سمجھ گیا۔ وہ محض اس لئے انکار کرتی ہے۔ کہ ابھی تک اس کو مجھ سے اتنی محبت پیدا نہیں ہوئی۔ کہ شادی کرنا منظور کرے۔ سر دست وہ مجھے دوست بنانا منظور کرتی ہے۔ مگر رفتہ رفتہ میرے عادات سے بہتر واقفیت حاصل کرنے کے بعد دوستی کا یہ احساس یقیناً محبت کے جذبہ نازک کی صورت اختیار کر لیگا" یہ خیالات تھے۔ جو مارٹ سٹانلے کے دل میں پیدا ہوئے۔ اور حالات موجودہ میں ایسے خیالات کا پیدا ہونا باعث حیرت بھی نہ تھا۔ اس سے کم از کم یہ ہوا۔ کہ کرسٹینا کے انکار سے دل کو جو رنج پہنچا تھا۔ وہ بڑی حد تک کم ہو گیا۔ ذلت کا احساس مٹ گیا۔ حیرت رفع ہو گئی۔ اور وہ اس بے تکلفی سے جو دوستانہ تعلقات کا لازمہ ہے۔ عام مضامین پر گفتگو کرنے لگا۔ اودہر کرسٹینا نے سوچا۔ کہ میرے انکار کے بعد اس نے وہی رویہ اختیار کیا ہے۔ جو ایسے حالات میں کسی شریف آدمی کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اس نے انکار کی اذیت کو سچی مردانگی سے برداشت کیا ہے۔ پس اس سے ہمدردی رکھتے ہوئے اس کو یہ سوچکر خوشی ہوئی۔ کہ اس کی فلسفیانہ بلند نظری نے دل کو بڑی حد تک اطمینان دے دیا ہے۔

وہ باتیں کرتے ہوئے محل کی طرف روانہ ہوئے۔ باقی مہمان نوجوان ڈیوک کے پاس کھانا کھانے کے کمرہ میں جمع تھے۔ کپتان سٹانلے نے ان سے باربرا سمڈلے کا واقعہ بیان کیا جسے سنکر کرسچن نے سٹانلے کا اسکی بروقت امداد کے لئے تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ مگر اس نے اور باقی حاضرین نے سمجھا کہ وہ غالباً سیر کرتا ہوا حسن اتفاق سے اس طرف چلا گیا تھا۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔۔۔ جسے ناظرین غالباً پہلے ہی سمجھ گئے ہوں گے۔۔۔ کہ کپتان نے کرسٹینا کو اس طرف جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اور وہ قصداً اس خیال سے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ کہ تنہائی میں عرض محبت کر سکوں گا۔

یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ کہ ڈیوک کا نوکر ڈاک کے خط لیکر حاضر ہوا۔ جنہیں میز پر رکھ دیا گیا۔ ایک خط کپتان سٹانلے کے نام تھا۔ اس نے باپ کی تحریر پہچان کر خط کو فوراً کھولا اور پڑھنے لگا۔ مضمون دیکھتے ہی اس کے چہرہ پر رونق آ گئی۔ کیونکہ اس میں ایک ایسی خوشخبری درج تھی۔ جس کی بدولت وہ کرسٹینا سے شادی کرنے کا پہلے سے زیادہ حقدار بن چکا تھا۔ خبر یہ تھی۔ کہ گورنمنٹ نے سر ولیم سٹانلے کو لارڈ مانڈلیور کا خطاب دے دیا ہے۔ اور بیٹے کا نام آئندہ کے لئے آنریبل کپتان سٹانلے ہو گا۔

یہ خوشخبری سنائی گئی۔ تو حاضرین نے کپتان کو پرجوش مبارکباد دی۔ آخر کھانے کا دور ختم ہوا تو کپتان نے ڈیوک آف مارچ مونٹ سے علیحدہ گفتگو کا موقعہ تلاش کیا۔ وہ دونوں لائبریری میں چلے گئے

جناب آنریبل کیپٹن سٹانلے نے کہا۔ "آج مجھے ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ جسے آپ سے پوشیدہ رکھنا نامناسب سمجھ کر سارا حال عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

کرسچن کے چہرہ پر آثار حیرت نمودار ہوئے۔ اور وہ سٹانلے کی طرف استفہامی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میرے دوست" کیپٹن سٹانلے نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کرسٹینا کی ذات میں خدا نے آپ کو وہ قابل قدر بہن عطا کی ہے جس کی دید اس کا مداح ہونے اور جس کی گفتار اس کا عاشق بنانے کے لئے کافی ہے۔ اس کی صورت و سیرت سے آگاہ ہونے کے بعد میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا لیڈی کرسٹینا دوین سے شادی کے لئے میری درخواست جرأت و بے باکی پر تو محمول نہ کی جائے گی؟"

"کیا اس مضمون پر آپ کی میری بہن سے کچھ گفتگو ہو چکی ہے؟" کرسچن نے جلدی سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" سٹانلے نے جواب دیا۔

"پھر اس نے کیا جواب دیا؟" نوجوان ڈیوک نے اندازِ فکر سے دریافت کیا۔

"لیڈی کرسٹینا نے میری درخواست نامنظور کر دی۔" آنریبل کیپٹن سٹانلے نے کہا۔ "مگر یہ انکار اس پیرایہ میں نہ تھا جس کے بعد امید کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ میرے خیال میں لیڈی کرسٹینا کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس وقت تک شادی کرنا نہیں چاہتیں، جب تک ان کے اپنے دل میں بھی احساس محبت پیدا نہ ہو۔ سردست غالباً ایسا نہیں ہوا۔ مگر میری محبت کا چراغ بہت جلد ان کے دل کو بھی منور کر دے گا۔ آپ سے فقط یہ بات دریافت طلب ہے۔ کیا آپ مجھے اپنی محبت کو ان کے دل میں منتقل کرنے کی اجازت دیں گے۔ ایک مرد شریف کی حیثیت میں اس معاملہ پر آپ کا مشورہ لینا ضروری تھا۔ اب جو کچھ آپ فرمائیں۔ اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔"

کرسچن تھوڑی دیر اس سوال پر غور کرتا رہا۔ مگر اس کے تامل نے کیپٹن سٹانلے کے دل میں پھر وہی احساس ذلت تازہ کر دیا۔ کیونکہ اس نے سمجھا۔ غالباً یہ شخص مجھے اس عزت کے نااہل سمجھتا ہے۔ سوچا۔ کیا وہ اندازے جو میں نے بہن بھائی کی نسبت آج تک اپنے دل میں قائم رکھے ہوئے تھے حقیقۃً غلط نکلے۔ کیا انہیں اپنی نویافتہ امارت کا اتنا گھمنڈ ہے کہ لیڈی کرسٹینا کسی خطاب دار امیر کے سوا دوسرے سے شادی کرنا نہیں چاہتی؟ یہ اور اس قسم کے کئی سوالات رابرٹ سٹانلے کے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اور اس کی بے چینی ترقی کر رہی تھی کہ دفعتاً کرسچن نے اس کو مخاطب کر کے کہا "میرے خیال میں اس گفتگو کو جاری رکھنے سے پہلے بہتر ہو کہ میں بہن سے مل کر اس کے خیالات

معلوم کروں۔"

سٹانلے نے سردمہری سے سر کو حرکت دے کر رضامندی ظاہر کی۔ اور اس کے بعد ایک طرف کو جارہا تھا۔ کہ نوجوان ڈیوک نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پریشانی کے لہجہ میں کہا "میرے عزیز دوست اس خیال کو ایک لمحہ کے لئے دل میں نہ آنے دو۔ کہ میں اس معاملہ کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ سٹانلے اگر کرسٹینا کی شادی تم سے ہو جائے۔ تو سب سے بڑھ کر خوشی میرے دل کو ہوگی۔ سچ جانو۔" اس نے پرجوش لہجہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا "اس ذریعہ سے دوستی کا وہ تعلق مضبوط ہونے پر جو اب تک ہمارے درمیان قائم تھا مجھے وہ خوشی حاصل ہوگی جسے بیان نہیں کرسکتا۔ مگر۔۔"

"بھائی کرسچن اس سے آگے کچھ اور کہنے کی حاجت نہیں۔" سٹانلے نے ڈیوک کے مخلصانہ انداز سے متاثر ہو کر جواب دیا "کئی پوشیدہ وجوہات ہو سکتی ہیں کہ جواب دینے سے پہلے ان پر غور کرنا لازم ہے۔ سوائے علاوہ قدرتی اور مناسب طریقہ یہی ہے کہ تم لیڈی کرسٹینا کے خیالات معلوم کرلو۔"

اتنا کہہ کر وہ کمرہ سے رخصت ہو گیا۔ اور کرسچن اپنی بہن سے ملنے اس کی نشست گاہ کو روانہ ہوا وہاں پہنچا تو کرسٹینا حالت فکر میں چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی محویت کا یہ عالم تھا۔ کہ دروازہ کھلنے کی آواز بھی سنائی نہیں دی حتےٰ کہ بھائی قریب آگیا۔ تب اس کی موجودگی کا علم ہوا۔ وہ اسے دیکھکر مسکرائی اور انداز محبت سے بیٹھنے کی درخواست کی۔

"پیاری بہن" ڈیوک نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا "میں تم سے ایک نہایت اہم سوال پر گفتگو کرنے آیا ہوں۔۔۔"

"میں سمجھ گئی وہ سوال کیا ہے۔" کرسٹینا نے جواب دیا "دراصل مجھی کو سب سے پہلے اس کا ذکر کرنا چاہئے تھا۔ بھائی یہ ٹھیک ہے۔ کہ آج صبح کپتان سٹانلے نے مجھ سے شادی کی درخواست کی تھی۔ مگر میں نے اسے نامنظور کردیا۔"

"نامنظور کر دیا!" ڈیوک نے بہن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اس کی طرف نظر حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آخر کس لئے؟ کرسٹینا جو کچھ تمہارے دل میں ہو۔ اسے مجھ سے نہ چھپاؤ۔ آج تک ہم نے کسی راز کو ایک دوسرے سے پوشیدہ نہیں رکھا۔"

"بھائی ایسی کوئی بات نہیں جسے تم سے چھپانا لازم ہو۔" حسین دوشیزہ نے جواب دیا۔ "بات یہ ہے کہ گو ایک دوست کی حیثیت میں میں کپتان سٹانلے کی عزت کرتی ہوں۔ مگر اس کے لئے میرے دل میں محبت بالکل نہیں ہے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ جہاں محبت نہ ہو وہاں شادی کرنا غلط ہے۔ مجھے برٹ

شانے سے کس لئے محبت نہیں - اور میں کیوں اُسے محبت نہیں کر سکتی - اس کا حال تم خود ہی جانتے ہو۔" یہ کہہ کر وہ بھائی کی گردن سے لپٹ گئی - اور اپنا چہرہ جو شرم و حیا سے سرخ ہو رہا تھا - اس کے سینہ میں چھپا دیا۔

"بہن سچ بتاؤ - کیا وہ تصویر اب بھی تمہارے دل میں قائم ہے جس نے مسلمہ نیکی اور پاکبازی کے باوجود تمہارے سینہ میں جگہ پالی تھی؟" کرسچن نے نرم لہجہ میں پوچھا۔

"نہیں بھائی نہیں۔" بہن نے انداز تفخر سے سر اٹھا کر اس لہجہ استقلال سے جو راستی کا لازمہ ہے - اس کے چہرہ کو بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا "میں اس کمزوری کو دبا چکی ہوں - وہ مجرمانہ غلطی جو مجھ سے سرزد ہوئی تھی - اس کی تلافی کر دی گئی ہے - میں نے جی کڑا کر کے اس تصویر کو دل سے مٹانے کا ارادہ کر لیا تھا - اور خدا کا صد ہزار شکر ہے - کہ اس نے مجھے اس کام میں مدد دی - شب و روز بارگاہ ایزدی میں میری یہی دعا ہوتی تھی - کہ الٰہی مجھے اس ایک کمزوری پر غالب آنے کی توفیق دے - شکر ہے میری دعا مقبول ہوئی - اور اب لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ کی میرے لئے ایک دوست سے زیادہ اہمیت نہیں ہے۔"

"بہن میں بھی سچے دل سے خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے تمہیں ہمت و استقلال عطا کیا۔" کرسچن نے اس سے بغلگیر ہوتے ہوئے کہا "مگر کیوں پیاری کرسٹینا تمہیں اس اندازہ میں کچھ غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟ ایسا تو نہیں کہ اس تصویر کی محویت محض تمہارے پاکیزہ خیالات سے تعلق رکھتی ہو مگر واقعہ میں ایسا نہیں ہوا۔"

"کرسچن سچ جانو میں لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ کے خیال کو ہمیشہ کے لئے دل سے نکال چکی ہوں" کرسٹینا نے کہا "اپنے آپ کو یا کسی اور کو دھوکا دینا میری سرشت میں داخل نہیں - لارڈ آکٹیوین کا خیال دل سے نکال دینا میرا فرض تھا - اور شکر ہے کہ فضل ایزدی سے میں نے وہ فرض ادا کر دیا بھائی - کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہماری محترم ماں کے واقعات زندگی اور اس کا حسرت ناک انجام کتنا عبرت خیز ہے - یہ اسکی ناجائز محبت ہی تھی جس نے زندگی تلخ کر کے اُسے قبل از وقت موت کا نشانہ بنایا - بے شک یہ اس ناجائز محبت کا ہی کرشمہ تھا - جو شادی کے بعد بھی دوسرے شخص کے لئے اس کے دل میں قائم رہی اس کا انجام دیکھ کر میں نے اپنی حالت پر غور کیا - تو اس کمزوری کے خطروں کو سوچ کر کانپ اٹھی - اس وقت لارڈ آکٹیوین کی محبت زہری سانپ کی طرح خطرناک نظر آئی - اور میں نے اُسے ایک بھیانک کیڑے کی طرح پر خوف سمجھ کر دل سے اکھاڑ کر پھینک دیا - ہمیشہ کے لئے پھینک دیا - آزمائش سخت

تھی۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے مجھے بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ اب میں جانتی اور محسوس کرتی ہوں۔ اور مجھے یقین کامل ہو چکا ہے۔ کہ آئندہ کبھی لارڈ آکیٹین میرڈیتھ سے ملنے کا اتفاق بھی ہو۔ تو میرے دل کی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو گی۔ میرے فیصلہ میں ہرگز خلل نہ آئے گا۔"

کرسچین اس تقریر کو سن کر بہت خوش ہوا۔ اور لہجہ مسرت میں کہنے لگا "پیاری بہن۔ تمہارے اس مبارک فیصلے سے میرے دل کو اتنی خوشی ہوئی ہے۔ جو شاید اوک ینڈس ایسی ایک ہزار ریاستیں ملنے پر بھی نہ ہوتی۔ میں جانتا ہوں تمہیں جھوٹ سے نفرت ہے۔ اس لئے جو کچھ تم نے بیان کیا وہ یقیناً تمہارے سچے خیالات کا آئینہ ہوگا۔ میں کئی مہینوں بلکہ مہینوں سے اس مضمون پر گفتگو کرنا چاہتا تھا مگر جرأت نہ کر سکا۔ ڈرتا تھا کہیں میرے الفاظ تمہارے دل میں پھر ان واقعات کی یاد تازہ نہ کر دیں۔ جو بتدریج دبتے یا محو ہوتے جاتے تھے۔ آہ میری اس وقت کی خوشی ناقابل بیان ہے!"

"بھائی مجھے فخر ہے کہ یہ باتیں سچے دل سے کہہ رہی ہوں۔ اور ایسا کہتے ہوئے میرے لئے شرمانے کی وجہ نہیں ہے۔" کرسٹینا نے جواب دیا۔ "ان واقعات نے جو چند ماہ پیشتر غیر معمولی تیزی رفتار سے پیش آئے تھے۔ میرے دل میں غیر معمولی اثرات پیدا کئے ہیں۔ میں نے جان لیا ہے کہ انسان کا دل اس وقت تک مضبوط نہیں ہو سکتا جب تک اُسے مضبوط کرنے کا عزم صمیم نہ کیا جائے۔ میں نے اس قول کا مطلب اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ کہ خدا انہی لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ جو اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں۔ بہن رذ کی چٹھیوں نے یہ بات واضح کر دی ہے۔ کہ لارڈ آکیٹین اپنا فرض سمجھنے لگا ہے۔ اور اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اس کی خلیق و حسین بی بی میں کیسی اعلےٰ صفات موجود ہیں۔ غرض ان کی راحت اب ہر لحاظ سے مکمل ہے پس کیونکر ممکن ہے کہ میں اس راحت میں خلل انداز ہونے کی کوشش کروں۔ بیشک میں بھی اپنی کمزوری پر غالب آ چکی ہوں۔ اور میں اپنا ارادہ مضبوط نہ کر چکی ہوتی۔ تو دنیا میں میرے برابر بدنصیب کوئی نہ ہوتا۔"

"اس حالت میں کرسٹینا۔ کپتان سٹانلے کی درخواست منظور کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے؟" ڈیوک نے دفعتاً پوچھا۔

کرسٹینا نے اپنے خوشنما سر کو انکار میں حرکت دی۔ اور کہا "بھائی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے سابقہ جذبات محبت کو کچلنے میں جو جدوجہد کرنی پڑی تھی۔ اس نے خانہ دل کو ہمیشہ کے لئے ویران کر دیا ہے۔ اب اس میں کسی کی محبت کے لئے گنجائش نہیں۔ میں کہہ چکی ہوں کہ کپتان سٹانلے ایک دوست کی حیثیت میں میرے لئے ہر طرح قابل قدر ہیں۔ مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہیں کے علاوہ" اس نے انداز تاسف سے کہا "اگر میرے دل میں ان کی محبت کبھی پیدا بھی ہوتی۔ تو غیر ممکن تھا کہ میں ان حالات سے

واقف کئے بغیر جو پیش آچکے ہیں۔ شادی کرنا منظور کرتی۔ شادی سے پہلے میں سب باتیں صاف کردینا ضروری خیال کرتی ہوں۔"

"بہن تمہارے یہ خیالات نہایت پاکیزہ اور قابل قدر ہیں۔" کرسچن نے خوش ہوکر کہا۔ "رابرٹ سٹانلے کے اوصاف حسنہ میرے ہاتھوں تعریف کے محتاج نہیں۔ ذہین و فیاض ہونے کے علاوہ اس کا چلن بالکل بے داغ ہے۔ اور اس کے واقعات زندگی پر حرف گیری ممکن نہیں۔ وہ مالدار، وجیہ اور صاحب عزت نوجوان ہے۔ اور گو میں جانتا ہوں کہ محبت کے سوال میں تم کو مال و دولت کی ذرا بھی پروا نہیں۔ تاہم یہ خوبیاں جو میں نے بیان کی ہیں۔ سب کی سب رابرٹ سٹانلے میں پائی جاتی ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارے قلب نازک کو حال میں کئی ایک سختیاں برداشت کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ مگر سچ پوچھو تو دل کا حال کون جان سکتا ہے؟ وہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس کی تہ کا حال نہ میں جانتا ہوں۔ اور نہ تم پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس کا نخل محبت ہمیشہ کے لئے تباہ ہوچکا ہے۔ ایسے حالات میں کم از کم اس بات کا اقرار کرو۔ کہ اگر کسی شخص کو تمہاری زندگی کا حصہ دار بننے کا فخر حاصل ہوا تو رابرٹ سٹانلے تمہارے دائرہ انتخاب سے باہر نہ ہوگا۔ اگر میری صلاح کچھ وقعت رکھتی ہے۔ تو اسے اس بات کا موقعہ دینا چاہئے کہ وہ تمہارے دل کی بجھی ہوئی محبت کو نئی صورت میں تازہ کرنے کی کوشش کرے۔ اسے اس طریقہ پر مایوس نہ کرو۔ کہ وہ جان لے۔ میرے لئے امید کا امکان ہی نہیں ہے۔ پیاری کرسٹینا میں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اگر نتیجہ میری امیدوں کے مطابق ہوا۔ یعنی کبھی تمہارے دل میں رابرٹ سٹانلے کی محبت پیدا ہوگئی۔ تو کوئی بات اس سے چھپا کر نہ رکھی جائے گی۔ بلکہ عہد ماضی کا سب حال اس پر ظاہر کردیا جائے گا۔ اور اگر اس کے عادات کی نسبت میرا اندازہ بالکل ہی غلط نہیں ہے تو کہہ سکتا ہوں کہ ان حالات کو جاننے کے بعد بھی اس کی محبت میں فرق نہ آئے گا۔"

کرسٹینا تھوڑی دیر چپ چاپ سوچتی رہی۔ پھر دفعتاً کسی نتیجہ پر پہنچنے سے اس کے چہرہ پر رونق آگئی۔ کہنے لگی "بھائی تم ایک دستور العمل مقرر کرتے ہو۔ چونکہ بہن کی حیثیت میں تمہارے احکام ماننا مجھ پر فرض ہے۔ اس لئے میں اس کی تعمیل سے انکار نہیں کرسکتی۔ تھوڑی دیر پہلے جب تم اس کمرہ میں آئے تو میں حالت فکر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت میرے دل میں اس خیال سے فکر و غم اور رنج و افسوس کا ہجوم تھا کہ میں نے کیوں اس پہلے جذبہ محبت کو دل میں جگہ دی ۔۔۔"

"خیر اس ذکر کو تازہ کرنا بے سود ہے۔" کرسچن نے قطع کلام کر کے کہا "یہ بتاؤ کہ میں نے جو تجویز پیش کی ہے۔ اس کے متعلق تمہاری اپنی کیا رائے ہے؟"

میں جانتی ہوں۔ کپتان سٹانلے شریف اور نیک دل آدمی ہے۔" کرسٹینا نے جواب دیا "ایسے آدمی سے ہمیشہ راست گوئی برتنی چاہیے۔ اگر تمہارے خیال میں اس کی امید افزائی لازم ہے تو سب حال فوراً اس پر واضح کر دینا چاہیے۔ مگر کرسچن یہ بات اس سے ضرور کہنا" کرسٹینا نے اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا۔ "کہ میں نے کبھی لارڈ آکٹیوین کے الفاظ محبت کو قصداً انہیں سنا۔ میں نے اپنے فرض کو ہمیشہ یاد رکھا۔ اور کبھی ایک مرتبہ بھی نگاہ الفاظ یا افعال سے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ بس جاؤ۔ اور سب حال اس پر واضح کر دو۔"

بھائی محبت سے بغلگیر ہو کر رخصت ہوا۔ اور دوسرے کمرہ میں کپتان سٹانلے کے پاس جا کر کرسٹینا اور لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ کے عشق بے ثمر کے بارہ میں سب حال بیان کر دیا۔ اب کپتان کو معلوم ہوا۔ کہ کرسٹینا کے انکار کی وجہ کیا تھی۔ اور کس لئے تفصیل ظاہر کرنے سے قاصر رہی۔ اس نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ جس وقت میں نے کرسچن سے اظہار محبت کی اجازت طلب کی۔ تو اس نے کیوں جواب میں تامل کیا تھا۔

کپتان سٹانلے کے دل میں اس گفتگو سے بجھی ہوئی امیدیں پھر تازہ ہو گئیں۔ اس نے کرسچن کا شکریہ ادا کر کے کہا۔ کہ آپ نے میری طرف سے جو کوشش کی ہے۔ میں اس کا احسان تا زیست نہ بھولوں گا۔ نوجوان ڈیوک نے کپتان سٹانلے کے بارہ میں جو اندازے قائم کئے تھے وہ صحیح ثابت ہوئے۔ اور سب حال معلوم کرنے کے بعد بھی اس محبت میں جو رابرٹ سٹانلے کو کرسٹینا سے پیدا ہو چکی تھی کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوئی۔ بہن کے کمرہ میں واپس جا کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کرسٹینا سب کام حسب منشا ہو گیا۔ اب مجھے یقین ہے کہ عنقریب تمہیں رابرٹ سٹانلے کی دلہن بنتے دیکھوں گا!"

---

# باب ۱۵۲

## کنواری کا پل

مدت گذری جین وجیل اسابیلا ونسنٹ کا حال قلمبند نہ ہو سکا۔ اور تلت مختلف میں تذکرتاً اس کا نام تو درج ہوا۔ مگر تفصیل کا موقعہ نہیں ملا۔ اب لکھا جاتا ہے کہ خاندان لیبلز کی تباہی اور ریاست ملنے کے بعد اس کی زندگی کن حالات میں بسر ہوئی۔

ناظرین جانتے ہیں۔ کہ اسابیلا نہایت حسین وخوبصورت اور نوجوان ڈیوک آف مارچ مونٹ کی دلہن بننے کے ہر طرح لائق تھی۔ صورت دلکش۔ انداز دلفریب اور خط وخال موزوں اور بے عیب تھے سیاہ پلکوں کی جھالریں چھپی ہوئی گہری نیلی آنکھوں میں خلاص ومعصومیت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ رنگت سپید اور رخساروں پر گلاب کے پھولوں کا ہلکا عکس نمودار تھا اور سیاہی مائل بھورے بال سیکڑوں خم کھا کر شانوں پر حلقہ زن تھے۔ مختصر یہ کہ وہ ایسی دلربا نازنین تھی جسکی دید سے فرحت اور ملاقات سے خود فراموشی پیدا ہوتی تھی۔

اسابیلا ونسنٹ کو جب ہم نے باراول اس داستان کے سٹیج پر پیش کیا ہے۔ تو اس کے خوشرنگ چہرہ پر فکر وملال کی ہلکی مگر دلکش جھلک پائی جاتی تھی۔ مگر تکمیل رحمت سے یہ اثرات زائل ہو چکے تھے۔ اب وہ ہر لحاظ سے متمول اور فارغ البال تھی۔ کیونکہ خاندان لیسلز کی وسیع وعریض ریاست اب اسی کی ملک تھی۔ پھر عنقریب اسکی شادی اس سے ہونیوالی تھی۔ جو نہ صرف اس کے دل کا مالک بلکہ اس سے زیادہ مالدار تھا۔ اور جس سے شادی کر کے وہ ڈچس کا عالی قدر رتبہ حاصل کرنے والی تھی۔ اس سے زیادہ خوشی کا سامان کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جس سے اس کو دیرینہ محبت تھی وہ کرسچن ایشٹن کی گمنام حیثیت سے نکلکر ڈیوک آف مارچ مونٹ بن چکا تھا۔ عہد ماضی کے واقعات پر غور کرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ چند عرصہ پہلے میں ایک مفلس ومحتاج لڑکی تھی جس کی گذر اوقات محض اوروں کی فیاضی پر ہوتی تھی۔ وہ ایک ایسے مکان میں رہتی تھی۔ جہاں کوئی اس کا دوست و غمخوار نہ تھا۔ اس تاریکی ادبار میں اس کی ملاقات اس نوجوان سے ہوئی۔ جو عنقریب اس کی زندگی کا حصہ دار بننے والا تھا۔ انقلاب زمانہ سے وہ مالدار بن گئی۔ مگر اس سے کیا اس سچی محبت میں کچھ فرق آیا۔ جو اُسے کرسچن سے پیدا ہو چکی تھی ؟ بالکل نہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس نے یہ نہیں سوچا۔ کہ میں اتنی مالدار ہو کر غریب و گمنام آدمی سے کیوں شادی کروں۔ فی الحقیقت ارل آف لیسلز کی دولت پانے کے بعد سب سے بڑی خوشی جو اسابیلا کو ہوئی وہ یہ تھی۔ کہ میں یہ سب کچھ اپنے پیارے کرسچن کی نذر کر سکوں گی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ محبت جو اسابیلا کے دل میں کرسچن کے لئے پیدا ہو چکی تھی۔ اس میں خودغرضی کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔ اس کے بعد اتفاقاً کرسچن کو اس سے بھی زیادہ مال ودولت حاصل ہوئی۔ اس وقت سب سے زیادہ یہ خیال اس کے لئے باعث مسرت ہوا کہ اب میں اپنے طرز عمل سے ثابت کردوں گا۔ کہ میری دلربا کو مجھ سے جو بے غرضانہ محبت تھی۔ میں بھی اس کے نااہل نہیں ہوں۔ جس حالت میں فریقین کے خیالات ایسے نیک وپاک ہوں

توان کی شادی کا دن کیسا مبارک اور سعید ہوتا ہے۔ مگر ٹھیرئیے شادی کے واقعات قلمبند کرنے سے پیشتر بعض ایسے حالات کا بیان ضروری ہے۔ جو اس سے پہلے پیش آئے۔

اسابیلا ، اسگیٹ میں تھی۔ جب اسے نوجوان ارل آف لیسلز اور بیوہ کونٹس کے مرنے کی خبر موصول ہوئی۔ ساتھ ہی اسکو معلوم ہوا۔ کہ اب خاندان لیسلز کی دولت و نیابی کی واحد مالک میں ہوں۔ قدرتی طور پر یہ خبر پاتے ہی وہ کنسنگٹن کو روانہ ہوئی۔ جہاں ہر شخص نے اس کا ایسا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ جس نے ثابت کر دیا۔ کہ وہ لوگ تہ دل سے اسکی عزت کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں اسابیلا کی عمر بمشکل سترہ سال تھی۔ ارل آف لیسلز کے خاندانی وکیل نے جو بڑا ایماندار اور شریف آدمی تھا۔ ہکی کمسنی کا خیال کر کے معاملات کی انتظامی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اور ہر بات میں اس خیال کو پیش نظر رکھا کہ میری نئی موکلہ کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ جس زمانہ میں وہ واقعات پیش آرہے تھے۔ جنھوں نے کرسچین کو ایک دم قعر گمنامی سے نکال کر ڈیوک بنا دیا۔ تو وہ کنسنگٹن ہی میں تھی۔ مگر اس کے بعد بلوم فیلڈ کی جائداد دیکھنے جو لندن سے قریباً تیس میل فاصلہ پر تھی۔ وہاں چلی گئی۔ اس جگہ کے نوکر اور مزارع محل کے دروازہ پر تقدیم کے لئے حاضر تھے۔ یوں تو ہر شخص کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ ہماری نئی مالکہ کمسن اور حسین ہے۔ مگر اس جمال جہاں تاب کا صحیح تصور جو اس وقت پیش نظر ہوا۔ وہ اپنے بعید ترین اندازوں میں بھی نہ کر سکے تھے۔ اپنے ان بد نصیب رشتہ داروں کی خاطر جن کے انتقال پر یہ ریاست اس کے حصہ میں آئی تھی۔ اس نے ماتمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ مگر اس کی خوشنما سپید رنگت اور دلفریب دراز قامت پر یہ سیاہ ماتمی لباس اور بھی پھبن پیدا کرتا تھا۔ خدام و مزارعین کے سلام قبول کرتے ہوئے۔ وہ ان لوگوں سے اتنے اخلاق و مروت سے پیش آئی۔ کہ سب کے دلوں پر اس کی قدر و منزلت دوبالا ہو گئی۔

بلوم فیلڈ میں ہر شخص کو اپنا فرض اچھی طرح انجام دیتے دیکھکر اس کے دل کو بہت خوشی ہوئی نوکر وفادار اور کاشتکار خوشحال تھے۔ اس پر بھی اسابیلا نے حکم دیا کہ ہر قطعہ زمین میں میرے خرچ پر اصلاح کی جائے۔ جن کی میعادیں ختم ہو چکی تھیں۔ ان کے ساتھ آئندہ کے لئے ایسی شرطیں کی گئیں جن سے ان کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔ غرض سب لوگ جو اس دفعہ کے خیر مقدم کو جمع ہوئے تہ دل سے اس کے شکر گذار اور احسان مند تھے۔

بلوم فیلڈ پہنچنے کے دوسرے دن وہ اس جگہ کے داروغہ کو ساتھ لیکر ریاست کے ان مقامات کو دیکھنے کے لئے پیدل روانہ ہوئی۔ جو کسی طرح کی دلچسپی رکھتے تھے۔ خصوصیت سے وہ اس مقام کو دیکھنا

چاہتی تھی ۔جہاں اس کی ممانی اور ماموں زاد بھائی غرق ہوئے تھے ۔ اور اس کے بعد گاؤں کے گرجا میں جانے کا بھی ارادہ رکھتی تھی ۔جہاں دونو کو خاندانی تہ خانہ میں دفن کیا گیا تھا ۔ہرچند موسم سرما کی آمد قریب تھی ۔مگر دیہات کے مناظر کی دلفریبیاں ابھی تک باقی تھیں ۔اور اسابیلا کے لیے اس بات کا اندازہ کرنا دشوار نہ تھا کہ موسم گل میں یہ مقامات کیسے پرفضا ہوں گے ۔ داروغہ کے ساتھ اس مقام کی طرف جاتے ہوئے جہاں گنہگار کونٹس نے اپنے دور معصیت کو بھیانک طور پر ختم کیا تھا ۔ وہ اس واقعہ کی نسبت باتیں کرتی جاتی تھی ۔

"سرکار بات دراصل یہ ہے" داروغہ نے اثنائے گفتگو میں کہا "جن دنوں یہ معاملہ افسر مرگ کی عدالت میں پیش تھا ۔ تو میں قصداً بعض واقعات کو چھپا گیا ہیں عادتاً جھوٹ بولنے سے نفرت کرتا ہوں مگر خاندان کی عزت کا خیال رکھتے ہوئے مجبوراً سچائی پر پردہ ڈالنا پڑا ۔ اور سچ پوچھئے تو یہ میری ہی کوششوں کا نتیجہ تھا ۔ کہ افسر مذکور کی عدالت سے اتفاقی موت کا فتوے صادر ہوا ۔ حالانکہ صحیح حالات اس سے مختلف تھے ۔"

"مگر مجھ سے کیا پردہ ہے ۔صاف صاف کہہ دو وہ صحیح حالات کیا تھے ؟" اسابیلا نے کہا ۔ اور اس کے دل کو اس خیال سے خوشی حاصل ہوئی ۔ کہ وفادار داروغہ نے خاندان کی عزت کا اتنا خیال رکھا

"حقیقت میں اس سانحہ کا حال سب سے پہلے مجھی کو معلوم ہوا تھا" داروغہ نے جواب دیا "میں ایک ضروری کام پر کاشتکار جانسن سے ملنے گیا تھا جس کا مکان وہ سامنے والی پن چکی کے پاس واقع ہے ۔ مگر جب اس سے ملکر گھوڑے کو ندی کے کنارہ کنارہ چلا رہا تھا ۔ تو ناگاہ پانی میں کوئی چیز دکھائی دی ۔ جو پہلی نظر میں ہی بھیانک معلوم ہوئی ۔ میں نے وہیں گھوڑا روک لیا ۔ نیچے اتر کر اس کو درخت سے باندھا ۔ اور خود ندی کے ڈھلواں کنارہ سے پانی کی طرف اترنے لگا ۔ اس مقام پر ندی کا کنارہ بالکل عمودی ہو گیا ہے ۔ اس لئے اترنے میں بہت وقت ہوئی ۔ آخر جب بڑی احتیاط کے ساتھ لب آب پہنچا ۔ تو یہ دیکھکر حیران اور خوف زدہ ہو گیا ۔ کہ وہ چیز دو لاشوں کا مجموعہ ہے ۔ ندی میں اس مقام پر بڑے بڑے پتھروں کے انبار نے ایک فاصل آب سا بنا دیا ہے ۔ اس لئے پانی اس جگہ کم بہتا ہے ۔ میں نے کنارہ پر کھڑے ہو کر بغور دیکھا ۔ تو معلوم ہوا ۔ یہ لاشیں چھوٹی سرکار اور کونٹس کی ہیں ۔ اس وقت بیگم صاحبہ کے دونو بازو سرکار کی گردن میں لپٹے ہوئے اور ہاتھوں کی انگلیاں اس زور سے ملی ہوئی تھیں ۔ کہ لوہے کے زنجیر کا گمان ہوتا تھا ۔"

"آہ ! ایسا کیوں ہوا ؟" اسابیلا نے مضطرب اور خوف زدہ ہو کر پوچھا ۔ "کیا سچ مچ دونو نے

خودکشی کر لی تھی؟ مجھے یاد ہے۔ افسر مرگ کی تحقیقات سے پہلے لوگوں میں کچھ اس طرح کی افواہ پھیلی ہوئی تھی"

"میرا اپنا خیال یہی ہے۔ کہ انہوں نے مل کر خودکشی کی تھی۔" داروغہ نے جواب دیا "کیونکہ اس کے سوا دونو کے اس حالت میں پائے جانے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"یا ممکن ہے۔" اسابیلا نے کچھ سوچ کر کہا "کونٹس اتفاقاً ندی میں گر گئیں۔ اور ارل ان کو بچانے کے لئے پیچھے کود پڑے۔ مگر جیسا عموماً اس طرح کی حالتوں میں ہوا کرتا ہے۔ کونٹس نے اضطراب میں دونو بازو ان کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور ارل ان کو بچانے کی کوشش میں خود بھی ہلاک ہو گئے۔"

"کیا عجب اصل واقعہ یہی ہو۔" داروغہ نے جواب دیا۔ "اور ان کی عاقبت کا خیال کر کے میں سچے دل سے دعا کرتا ہوں کہ حقیقت حال یہی ہو۔ کیونکہ خودکشی کسی حالت میں کی جائے۔ گناہ ہے۔ بہر حال غرقابی کسی وجہ سے ہوئی ہو۔ اس میں شک نہیں۔ کہ پل سے گر کر واقع ہوئی۔"

"کیوں؟ کس لئے؟" اسابیلا نے پوچھا۔

"حضور اس لئے کہ بیگم صاحب کا رومال پل کے وسط میں ایک میخ سے اٹکا ہوا پایا گیا تھا۔ اور وہیں ان کے لباس کی دھجی بھی ملی تھی۔ پل کے وسط میں ایک جگہ لکڑی کا ٹکڑا آگے کو نکلا ہوا ہے چونکہ یہ دونو چیزیں وہیں ملی تھیں۔ اس لئے ظن غالب ہے۔ کہ بیگم صاحب اسی جگہ سے ندی کے تیز رو پانی میں گریں۔ لیکن اس بات کا فیصلہ کبھی نہیں ہو سکا کہ یہ واردات اتفاقی تھی یا ارادی۔ بہر حال جیسا پیشتر عرض کیا گیا ہے میں اس معاملہ کو تا حد امکان چھپانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اور سچ پوچھئے تو آپ کے خادم کی کوششوں کا ہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ ان افواہوں کی جو کونٹس اور ارل کی خودکشی کے بارہ میں پھیلی ہوئی تھیں تردید ممکن ہوئی۔ جس وقت میں نے بار اول ان کی لاشوں کو دیکھا۔ تو کچھ حصہ پانی میں اور کچھ پتھروں سے اٹکا ہوا تھا۔ لیکن بیگم صاحب کے چہرہ پر تو مسرت و اطمینان کے آثار نمودار تھے اور ارل کی صورت سے ناقابل بیان خوف ظاہر ہوتا تھا۔ خیال ہے۔ مرتے وقت ان کے دلوں کی جو حالت تھی اسی کا اثر ان کے چہروں پر قائم رہا۔ بڑی مشکل سے میں نے کونٹس کے بازو ارل کی گردن سے نکالے کیونکہ انگلیاں اکڑی ہوئی۔ اور ایک دوسرے سے اس طرح پیوستہ تھیں۔ کہ ان کو جدا کرنا دشوار تھا۔ آخر تنے زور سے جو لاش کی بے حرمتی کی حد تک پہنچتا تھا۔ میں نے ان کے بازو ارل کی گردن سے جدا کئے۔ اور انہیں الگ الگ خشکی پہ رکھ کر اس واقعہ کی اطلاع کرنے گاؤں کی طرف دوڑا۔"

اس طرح باتیں کرتے ہوئے اسابیلا ونسنٹ اور داروغہ ان گنجان درختوں کے پاس پہنچ گئے جن کے بیچ سے پل کو جانے کا رستہ گذرتا تھا۔ اس جگہ صنوبر کے بے شمار درخت اُگے ہوئے تھے

اور چونکہ اس درخت کے پتے ہمیشہ سبز رہتے ہیں۔ اس لئے ان کے پیچھے کھڑے ہونے سے پل دکھائی نہ دیتا تھا۔ مگر جلدی ہی یہ دونوں ان سے گزر کر پل پر پہنچ گئے۔ ندی کا تیز رو پانی اب بھی شور قیامت پیدا کر رہا تھا۔ اسابیلا نے ادھر دیکھا تو یہ سوچ کر کانپ اٹھی کہ یہی پانی ارل اور کونٹس کے لئے ذریعہ ہلاکت بنا تھا۔

پل کی طرف اشارہ کر کے داروغہ نے کہا "ملاحظہ فرمائیے۔ اب اس پل کے دونو جانب سہارا بنا ہوا ہے۔ مگر جب وہ سانحہ پیش آیا تو پل کا ایک پہلو کھلا تھا۔ واردات کے بعد میں نے دوسری جانب بھی لوہے کا جنگلہ بنوا دیا جس سے پل پر چلنا پہلے کی طرح خطرناک نہیں رہا۔ مگر ڈرپوک شرابی یا غیر محتاط آدمی اب بھی ندی میں گر سکتا ہے۔"

"بے شک یہ پل غیر محفوظ ہے۔" اسابیلا نے کہا "میں چاہتی ہوں نئی اصلاحات میں نئے پل کی تیاری بھی شامل کر دی جائے۔"

داروغہ نے ادب سے سر جھکایا۔ اور کہنے لگا "حضور کے حکم کی بہت جلد تعمیل کی جائے گی۔"

اس گفتگو کے بعد اسابیلا داروغہ کے ساتھ ساتھ پل پر چلنے لگی۔ وسط میں پہنچکر داروغہ نے وہ مقام دکھایا۔ جہاں کونٹس کا رومال اور کپڑے کی دھجی اٹکی ہوئی پائی گئی تھی۔ اسابیلا نے اس جگہ ٹھہر کے ہو کر منجدھار کو دیکھا۔ جہاں گذشتہ سیلاب کے بعد پانی دھائیں دھائیں کرتا ہوا بہ رہا تھا۔ مگر بہت دیر تک اس منظر کو نہ دیکھ سکی۔ پانی کی تیزیِ رفتار دماغ میں چکر لاتی تھی۔

"دیکھیے جس مقام پر ندی اونچے کراروں سے ہو کر بہتی ہے۔ وہاں ساتھ ساتھ ایک پگ ڈنڈی نظر آتی ہے۔" داروغہ نے اشارہ کر کے کہا "کئی سال پہلے یہ پگ ڈنڈی کنارہ سے بہت ہٹی ہوئی تھی۔ مگر پانی کی رگڑ سے مٹی گرتی گئی حتے کہ اب وہ بالکل کنارہ کے پاس گذرتی ہے۔ میں گھوڑے پر سوار اس راہ سے چل رہا تھا۔ کہ دو لاشیں جو اس وقت ایک نظر آتی تھیں پانی میں نظر آئیں۔ وہ دیکھیے جس مقام پر ایک چھتنارہ درخت کنارہ سے آگے جھکا ہوا ہے۔ وہیں اس سے چند گز فاصلہ پر بیتوں کے سایہ میں دونو لاشیں پتھروں سے اٹکی ہوئی تھیں۔ عجیب بات یہ ہے۔" داروغہ نے سنجیدہ آواز میں کہا "اس پل کی نسبت ایک روایت مشہور ہے۔ جو بالکل ایسے ہی واقعہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس روایتی واقعہ میں بھی اسی طرح ایک جوان لڑکی مرد کی گردن میں بازو ڈالے ہوئے غرقاب پائی گئی تھی۔ اس وقت سے اس پل کا نام کنواری کا پل مشہور ہے۔"

"عجیب بات ہے۔" اسابیلا نے جس کے دل میں ایڈولفس اور ایتھل کی زندگی کے صدہا چھوٹے

چھوٹے واقعات کی یاد تازہ ہوگئی تھی۔ کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ مگر میں نے وہ روایت اب تک نہیں سنی۔ ویسی میں اس کا حال ضرور بیان کرنا۔ یہاں کھڑے ہونے سے میرے دماغ میں چکر آتا ہے۔ اس لئے آؤ، پل کے دوسری جانب چلیں۔"

"چلیئے۔" داروغہ نے جواب دیا۔ "اتفاق سے وہ مکانات بھی جن سے پہلی روایت کے واقعات منسوب کئے جاتے ہیں اسی جانب واقع ہیں۔"

رستہ میں داروغہ نے وہ روایت بیان کرنی شروع کی جس کا حال ناظرین کو پہلے ہی معلوم ہے۔ اور گو وہ اسکے واقعات کو اس رنگینی سے بیان نہ کرسکا جس سے ایڈلعش نے کام لیا تھا۔ پھر بھی حالات اول سے آخر تک سارے بیان کئے۔ اور اسابیلا ان کو گہری توجہ سے سنتی رہی۔ قصہ ختم ہوتے ہوتے وہ ان جھونپڑیوں کے پاس پہنچ گئے۔ جو پل کے دوسری جانب واقع تھیں۔ یکایک داروغہ نے کہا۔ حضور یاد آگیا۔ یہاں پاس ہی ایک گڈریا رہتا ہے جس کی بی بی سخت بیمار ہے۔ میں نے جہاں تک ممکن تھا اس عورت کو مدد دی۔ ڈاکٹر کا بھی انتظام کیا۔ اور اور بھی جس چیز کی ضرورت تھی۔ مہیا کی گئی۔ مگر افسوس غریب کی حالت روز بروز ردی ہوتی جارہی ہے۔ سرکار ایک نظر اس کو دیکھ آئیں۔ تو شاید اس کے دل کو تسکین ہو۔"

"میں اس فرض کو خوشی سے ادا کروں گی۔" اسابیلا نے جواب دیا۔ "آؤ مجھے اس عورت کے پاس لے چلو۔"

دونو ایک جھونپڑی میں داخل ہوئے جس کے صرف دو کمرے تھے۔ اور ان میں سے ایک میں گڈریے کی بی بی چارپائی پر پڑی تھی۔ عمر ٹھیک ٹھاک چالیس سال کے قریب ہوگی۔ مگر رنگت زرد اور جسم مرض و نقاہت سے سوکھ کر کانٹا ہوگیا تھا۔ اس کا شوہر کسی کام کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔ مگر ایک بارہ بارہ سال کی لڑکی، ماں کی خدمت کر رہی تھی۔ داروغہ دوسرے کمرہ میں چلا گیا۔ اور اسابیلا ونسنٹ اس حجرہ میں داخل ہوئی۔ جہاں رحمدل داروغہ کی فیاضی سے مریضہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی جس وقت ونسنٹ نے اپنا نام بتایا۔ تو عورت نے سیکڑوں دعائیں دیں۔ اس غریب گھر میں ایسی معزز عورت کا آنا غیر معمولی عزت افزائی کا موجب تھا۔ مگر اسابیلا نے یہ کہہ کر اس کا اطمینان کردیا۔ کہ میرا آنا فرض انسانی تھا۔ تم لوگ میری رعیت ہو اگر میں تمہارے آرام و آسائش کا خیال نہ رکھوں تو کون رکھے گا۔ جیسا داروغہ نے بیان کیا تھا۔ عورت بہت کمزور تھی۔ مگر اسابیلا کی شگفتہ باتوں نے اس کے زرد چہرہ پر ہلکی مسکراہٹ پیدا کردی۔ اور اس نے اسکی عنایات کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

یکایک بیٹی سے مخاطب ہوکر اس نے کہا۔ "بیٹا تھوڑی دیر کو پاس کے کمرہ میں چلی جاؤ۔ میں اپنی

مالکن سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں ۔"

داکی نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی ۔ اس کے جانے پر دروازہ بند ہو گیا ۔ تو مریضہ چارپائی پر سیدھی بیٹھ گئی ۔ اور اسابیلا کے چہرہ کو بغور دیکھ کر کہنے لگی " سرکار میرا دل ایک راز کے بوجھ سے دبا ہوا ہے جسے میں آجتک ظاہر نہیں کر سکی ۔ بارہا میں نے اُسے ظاہر کرنے کی کوشش کی ۔ مگر الفاظ منہ تک آکر رہ گئے ۔ اس وقت تک اس راز کا حال فقط میرے شوہر کو معلوم ہے جس نے مجھے حکم دیا تھا ۔ کہ اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا ۔ مگر آپ ہماری محسن ہیں ۔ آپ کی میٹھی باتوں اور آپ کے اخلاق نے میرے دل پر بہت اثر کیا ہے ۔ چاہتی ہوں ۔ وہ راز آپ پر ظاہر کر دوں ۔"

" آخر کیسا راز ہے جس کے لئے تم اتنا ڈرتی ہو ؟" اسابیلا نے اس طرح خوفزدہ ہو کر پوچھا ۔ گویا سمجھتی تھی ۔ کہ میں کوئی داستان جرم سننے لگی ہوں ۔

" حضور اطمینان فرمائیے وہ کوئی ایسی بات نہیں جو میری ذات سے تعلق رکھتی ہو ۔" عورت نے کہا ۔ " آج تک میں صرف اس لئے اس کو ظاہر نہیں کر سکی " ...."

" خیر جو کچھ تمہیں کہنا ہو ۔ کہہ دو ۔" کرسٹینا نے فکر کے لہجہ میں کہا ۔ " سارا حال سننے کے بعد ہی میں اپنی رائے ظاہر کرونگی ۔"

" سرکار وہ راز اس واقعہ کے متعلق ہے ۔ جو سامنے ندی میں پیش آیا تھا ...."

" کیا میرے بدنصیب رشتہ داروں کی موت کا ذکر کرتی ہو ؟" اسابیلا نے بے قرار ہو کر پوچھا

" جی ہاں انہی کا ۔" عورت نے جواب دیا ۔ " اب تک میں نے یہ ذکر اپنے شوہر کے سوا کسی سے نہیں کیا ۔ مگر جو کچھ اس وقت ہوا وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔ اور کانوں سے سنا تھا ۔"

" کیا تم نے !" اسابیلا نے چونک کر پوچھا ۔ " اچھا بتاؤ ۔ مفصل بتاؤ کہ کیا ہوا تھا .... مگر نہیں غریب عورت تمہارا جوش میں آنا ٹھیک نہیں ۔ میں اپنی بیقراری کے لئے معافی چاہتی ہوں ۔ جو کہنا چاہتی ہو ۔ اطمینان سے کہو ۔"

" سرکار واقعہ یوں ہے ۔ کہ میں کسی کام کے لئے محل سرائے تک گئی تھی ۔" عورت نے بیان کیا ۔ " واپس آتے ہوئے ان درختوں کے سایہ میں جو پل کے پاس اُگے ہوئے ہیں کیا دیکھتی ہوں کہ ارل اور کونٹس پل کے وسط میں کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو انداز محبت سے دیکھتے اور ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہیں ۔ ان کی حالت دیکھ کر اسی وقت خیال آیا ۔ کہ یہاں ضرور دال میں کالا ہے ۔ ورنہ جو ان سوتیلی ماں اور بیاہے بیٹے میں ایسی خلوت کیا معنے رکھتی تھی ۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر

میں یہ جاننے کے لیے ٹھیر گئی۔ کہ ان میں کیا باتیں ہوتی ہیں ...“

”آگے کہو“ اسابیلا نے تحریک کی ”یہ خطا ایسی سنگین نہ تھی۔ جیسا تم سمجھتی ہو۔“

تب حضور میں وہیں درختوں کے سایہ میں کھڑی تھی۔ کہ ارل نے کونٹس سے کہا۔ قصہ یہی ہے کہ غرقابی کا واقعہ ندی کے وسط میں ہوا تھا۔ اس پر کونٹس بولی۔ بس وہ مقام یہی ہوگا۔ جہاں تم رسیدہ لڑکی اُس بے وفا عاشق کی گردن میں بازو ڈالے تھے۔ جو اس کی راحت وامید برباد کرنے کا ذریعہ بنا اور ارل نے تسلیم کیا۔ غالباً یہی ہوگا۔ دونوں کے اوپر سے ندی کا پانی دیکھنے لگے۔ اور اس کے بعد ... اُف! میں بیان نہیں کرسکتی ...“

وہ فقرہ ناتمام ہی چھوڑ کر چپ ہوگئی۔ اور بدن اس طرح کانپنے لگا۔ کہ چارپائی بھی ہل گئی اس کے چہرہ نے بھیانک رنگت اختیار کرلی۔ اور نگاہ سے خوف ظاہر ہونے لگا۔

عورت کی پریشانی کا اسابیلا کے دل پر بھی اثر ہوا۔ کیونکہ جان گئی۔ اب میرے بدنصیب رشتہ داروں کا انجام ظاہر ہوا چاہتا ہے۔ بڑی کوشش سے اتنا ہی کہہ سکی ”آگے کہو۔“

”سرکار آگے کیا عرض کروں“ عورت نے ہلکی سنجیدہ آواز میں کہا۔ ”بس دفعتاً کونٹس نے اونچی آواز سے کہا۔ پیارے ایڈمنڈ مجھ کو بھی معاف کرنا۔ حضور نے سنا ہوگا۔ یہی لفظ پہلی روایت میں عورت نے مرتے ہوئے کہے تھے۔“

”اُف!“ اسابیلا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور اسکی پیشانی عرق سرد سے تر ہوگئی۔

”کونٹس نے روایت کی نقل پوری کی“ عورت نے داستان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”اسی وقت دونو بازو ارل کی گردن میں ڈال دیے۔ سرکار اس وقت ارل کے منہ سے جیسی خوفناک چیخ نکلی اس کی یاد مرتے دم تک قائم رہے گی۔ مگر کونٹس چپ تھی۔ ان لفظوں کے بعد اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ ادھر ان کے پانی میں گرنے کی آواز سنائی دی۔ ادھر میں غش کھا کر درختوں کے پیچھے گر پڑی۔“

”آہ۔ کیسا دردناک انجام!“ اسابیلا نے مری ہوئی آواز سے کہا۔ ”بالکل افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اب یہ راز حل ہوگیا۔ تمہارے بیان نے واضح کردیا کہ ان کی موت اتفاقی نہ تھی۔ فی الحقیقت اس واقعہ کو محض خودکشی بھی نہیں سمجھا جاسکتا۔ کیونکہ اس میں قتل اور خودکشی دونو باتیں شامل ہیں۔“

”اس کے بہت دیر بعد جب ہوش آیا“ عورت نے قصہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”تو میں دیوانوں کی طرح دوڑتی اپنی جھونپڑی میں گئی۔ ارل کی چیخ فضا میں گونجتی ہوئی اب بھی کانوں سے گذر کر دماغ کو چیر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کی یاد مجھے دیوانہ کردے گی۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر

اپنے شوہر سے کیا تو بولا خبردار یہ راز یہیں تک ہے کسی سے ذکر کرو گی۔ تو یک قلم یہاں سے نکال دیے جائیں گے۔ یہی باعث تھا۔ کہ جب معاملہ افسر مرگ کی عدالت میں پیش ہوا۔ تو ہم قصداً چپ رہے مگر اس واقعہ کی یاد شب و روز مجھکو پریشان کرتی تھی۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ بیماری کا بڑا سبب اسی راز کا بوجھ ہے حضور کا داروغہ بہت نیک آدمی ہے۔ بارہا ہم لوگوں پر احسان کر چکا ہے۔ ایک دفعہ جی میں آئی تھی کہ سب حال اس سے کہہ دوں۔ مگر جرأت نہ کر سکی۔ اس ڈر سے رک گئی۔ کہ مبادا کوئی بازپرس کی جائے۔ اور پھر حضور کا نوکر یہ بھی کہتا تھا۔ کہ جب سرکاری تحقیقات نے ثابت کر دیا۔ کہ واقعہ اتفاقی تھا۔ تو اس کی تردید سے فائدہ کیا؟ آپ نے بڑی عنایت کی کہ یہاں قدم رنجہ فرمایا۔ اسی شفقت نے مجھے سب حال ظاہر کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس سے میرے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو گیا ہے۔ میں درخواست کرتی ہوں۔ کہ حضور ہم لوگوں پر خفا نہ ہوں"

"نیک عورت میں ہرگز تم سے خفا نہیں ہوں اور نہ میرے خفا ہونے کی کوئی وجہ ممکن ہے اسابیلا نے جلدی سے کہا۔ میرے خیال میں اچھا ہوا۔ کہ تم نے اس واقعہ کو آج تک چھپائے رکھا۔ کیونکہ اس سے خاندان کی عزت محفوظ رہی۔"

عورت ان لفظوں کا اشارہ سمجھ گئی۔ مطلب یہ تھا کہ اگر یہ واقعات ظاہر کیے جاتے تو نہ صرف ارل کا قتل ہونا ثابت ہو جاتا۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا کہ ماں بیٹے میں ناجائز تعلقات تھے "میں خوش ہوں کہ اس ذکر نے تمہارے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔" اسابیلا نے آخرکار کہا "خدا کرے اب تم جلد شفایاب ہو جاؤ۔ اب اس مضمون پر بحث کی حاجت نہیں۔ نہ اس واقعہ کو کسی اور سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں تو اپنے شوہر سے بھی یہ نہ کہنا کہ میں یہ واقعات بیان کر چکی ہوں۔"

عورت نے مس وِنسنٹ کا شکریہ ادا کیا۔ جس کے بعد وہ داروغہ کو ساتھ لیے رخصت ہوئی۔ رستہ میں داروغہ نے دیکھا۔ بیگم کے چہرہ پر رنج و ملال کے آثار نمودار تھے۔ مگر ایک سمجھدار نوکر کی طرح دریافت حال کی جرأت نہ کر سکا۔ چلتے چلتے وہ اسی پل کے پاس پہنچے۔ اور اسابیلا تیز چلتی ہوئی اوپر سے گذر گئی۔ مگر بیچ میں پہنچ کر ایک بار اس مقام کی طرف نظر ڈالے بغیر نہ رہ سکی۔ جہاں ندی کا تیز رو پانی جھاگ اڑاتا ہوا بہہ رہا تھا۔ دوسرے کنارہ پر پہنچی۔ تو داروغہ کی طرف مڑ کر ملکی سنجیدہ آواز سے کہنے لگی۔ "آج سب راز حل ہو گیا۔ میرے بدنصیب رشتہ داروں کی موت نہ اتفاقی اور نہ محض خودکشی تھی۔"

اس نے وہ سب واقعات جو گڈریے کی بی بی سے سنے تھے۔ داروغہ کے روبرو بیان کئے وفادار نوکر سہمی ہوئی صورت سے چپ چاپ سنتا گیا۔ چونکہ اس نے ایک نازک موقعہ پر خاندان کی عزت محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ یہی سبب ہے مس ونسنٹ کی رائے میں اس کی بات چھپانا مناسب تھا

واپس کر دہ گاؤں کے گرجا میں گئی۔ جس کے تہ خانہ میں بد نصیب گنہگاروں کی ہڈیاں پاس پاس دفن تھیں۔ ان کے ہولناک انجام کو یاد کرکے اسابیلا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے بلوم فیلڈ سے رخصت ہونے سے پہلے ندی پر ایک نیا پل تیار کرا دیا۔ اور گڈریے کی مریض بی بی کو بھی مالی امداد دی۔ اس فیاضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ غریب عورت جلدی ہی صحت یاب ہو گئی۔ اور عمر بھر ابیلا ونسنٹ کو دعائیں دیتی رہی۔

انہی دنوں اوک لینڈس کے وہ عجیب و حیرت خیز واقعات ظہور میں آئے جن کی بدولت کرسچن ایشٹن کو ڈیوک آف مارچ مونٹ کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس واقعہ کی اطلاع پاتے ہی وہ لندن چلی آئی۔

---

# باب ۔ ۱۵۳

## جرمنوں کا آخری نظارہ

ڈیوک آف مارچ مونٹ اور لیڈی کرسٹینا مہمانوں کے ساتھ ایک ہفتہ قصر اوک لینڈس میں بسر کرکے لندن آئے۔ کرسچن کی شادی قریب آگئی تھی۔ مگر اس کا حال بیان کرنے سے پہلے ایک اور واقعہ قابل تفصیل معلوم ہوتا ہے۔

شادی سے ایک دن پہلے سہ پہر کے دو بجے کرسچن اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ نوکر نے عرض کیا۔ تین غیر ملکی امیر جو ایک بار پہلے بھی دولت پر حاضر ہو چکے تھے۔ ملاقات کرنے آئے ہیں۔ فی الحقیقت وہ اس کے ساتھ ساتھ کمرہ کے دروازہ تک آگئے تھے۔ چنانچہ نوکر جس وقت دروازہ میں کھڑا ہو کر ان کی اطلاع کر رہا تھا۔ وہ تینوں پر باندھے ہوئے باہر کھڑے تھے۔

کرسچن سمجھ گیا۔ وہی نابکار جرمن پھر مغز کھانے آئے ہیں۔ نوکر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کہہ دو۔ میں اس وقت مصروف ہوں۔ نہیں مل سکتا۔"

مگر بے حیائی کے پتلے وہ جرمن اس آسانی سے ٹلنے والے نہ تھے۔ ڈیوک کی آواز سنتے ہی

شوبلیر گبین نے نوکر کو پرے ہٹا کر کمرہ میں پاؤں رکھ دیا۔ اور بے تکلفی سے کہنے لگا "یار ایسی بھی کیا مصروفیت ہوگی۔ ہم تمہاری دید کو اتنا فاصلہ طے کرکے آئے ہیں۔ اور تم گھر آئے مہمانوں سے یہ سرد مہری کر رہے ہو۔"

ڈیوک آف شالبرگ کا اجنب خاص شوبلیر گبین اس وقت پہلے سے زیادہ مکروہ اور بدصورت نظر آتا تھا۔ اور اس کے منہ سے کچے پیاز اور تیز سگاروں اور بدن سے پسینہ کی ناقابل برداشت بو خارج ہو رہی تھی۔ اس کے عین پیچھے شوبلیر کیجر دایاں بازو بغل کے ساتھ لٹکائے کھڑا تھا۔ جس کی وجہ محض یہ تھی کہ اس مقام پر کوٹ میں بہت بڑا شگاف پیدا ہو گیا تھا۔ اور اس عیب کو اسی طرح چھپایا جا سکتا تھا۔ اس کے بدن پر قمیص تک نہ تھی۔ اس لئے بازو ہٹاتا۔ تو ننگا بدن نظر آنے لگتا۔ سب سے آخر میں کونٹ فرمیں ہاسن جلوہ افروز تھے۔ جنہیں اس وقت شدت کا زکام لگا ہوا تھا۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آچھیں آچھیں کرتے اور ناک کو پھٹے ہوئے میلے رومال سے رگڑتے تھے۔ مگر ایسا کرتے ہوئے قصداً منہ پھیر لیتے۔ کہ کوئی اس پھٹے ہوئے چیتھڑے کو دیکھ نہ لے۔

ان بھوکے جرمنوں کو اس بے ادبی سے کمرہ میں داخل ہوتے دیکھ کر ڈیوک آف مارچ مونٹ کو بہت نفرت ہوئی۔ ناظرین جانتے ہیں کہ کرسچن بڑا منکسر المزاج نوجوان تھا۔ ڈیوک کا رتبہ حاصل کرنے کے بعد بھی اس کے انکسار میں کبھی فرق نہیں آیا مگر ان مکروہ جرمنوں کی دیدہ دلیری نے اس کے ضبط میں بھی خلل پیدا کر دیا۔ بڑی سرد مہری کے لہجہ اس نے شوبلیر گبین سے کہا "مجھے جو حکم دینا تھا۔ دیدیا۔ معاف کرو۔ میں تم لوگوں سے ملنے کی فرصت نہیں رکھتا۔"

"خیر آپ اپنے پرانے دوستوں سے رکھائی کرتے ہیں تو آپ کی مرضی" شوبلیر گبین نے کھسیانا ہو کر کہا۔ "مگر ہمارے آقائے نامدار کی طرف سے جن کے آپ ایک زمانہ میں معتمد تھے۔ ایک پیغام ضروری ہیں فی الحقیقت ہم لوگ انہی کی طرف سے حاضر خدمت ہوئے ہیں"۔

"اگر یہ بات ہے۔ تو جو کچھ تمہیں بیان کرنا ہو کہہ ڈالو۔ میرے پاس لمبی گفتگو میں ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔" ڈیوک نے لہجہ وقار سے جواب دیا۔

"مائی لارڈ بات یہ ہے۔ ہمارے آقائے نامدار اس وقت ایک سخت مشکل میں مبتلا ہیں۔" شوبلیر گبین نے تقریر کا فرض اپنے ذمہ رکھتے ہوئے کہا۔ "جہاز میں سفر کرتے ہوئے ان کے تین بڑے ٹرنک جو کپڑوں سے بھرے تھے ضائع ہو گئے۔ چلتے چلتے جہاز کو زور کا جھٹکا جو لگا۔ تو وہ تینوں ٹرنک پانی میں جا گرے۔ اس میں قصور سراسر کپتان کا تھا۔ مگر جو ہو گیا ہو گیا۔ معاملہ اگر کپڑوں

تک رہتا۔ تو ایک بات تھی۔ خرابی یہ ہوئی۔ کہ انہی ٹرنکوں میں سے ایک میں حضور کے طلائی سکے اور تمغے بھی بند تھے ۔۔۔"

"مگر ان ٹرنکوں اور تمغوں سے میرا واسطہ؟" کرسچن نے بے صبری سے کہا

شوبلیر گبنین نے شانوں کو حرکت دے کر جواب دینے کی کوشش کی۔ مگر الفاظ نوک زبان تک آ کر رہ گئے۔ واضح ہو کہ اس کا دایاں بازو بدستور بغل کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ کیونکہ اسے ہٹاتا تو کوٹ کا شگاف اور اس کے نیچے قمیص کی عدم موجودگی ظاہر ہو جاتی۔

"میں عرض کرتا ہوں" گبنین نے جلدی سے کہا "جیسا آپ خیال فرما سکتے ہیں۔ آقائے نامدار اس نقصان کو کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ مگر آپ ان کے پرانے دوست ہیں۔ اور دوستوں میں کچھ پردہ نہیں ہوتا۔ اگر آپ ایک ہزار پونڈ دست گرداں عطا کریں۔ اور اپنے درزی کا نام اور پتہ بتا دیں۔ تو داخل عنایات ہوگا۔ یقین نہ ہو۔ تو کیپر اس بیان کی تصدیق کر سکتا ہے۔"

"اور فرمین ماسن بھی" کرسچن نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہمارے بیان کو اب تک غلط سمجھتے ہیں۔" شوبلیر گبنین نے کہا "ایسا ہو تو ہمارے ساتھ آقائے نامدار کے پاس چلئے۔ وہ آپ کا اطمینان کر دیں گے۔ ہم نے ان سے اگلی ملاقات کا ذکر کر دیا۔ اور کہا تھا۔ کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ بڑے اخلاص و مروت سے پیش آئے تھے۔ اور انہوں نے پھر آنے کے لئے بھی دعوت دی تھی۔ سب حال سن کر انہوں نے فرمایا۔ بہت اچھا تم لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ہماری مشکلات کا حال بیان کرو۔ یقین ہے وہ ایک پرانے دوست اور محسن کی مدد سے دریغ نہ کریں گے۔"

"سنو صاحبو" کرسچن نے اس گفتگو سے تنگ آکر کہا "ٹرنکوں کے گم ہونے کا قصہ جو تم نے بیان کیا ہے میں خوب جانتا ہوں کہ فرضی اور ناقابل یقین ہے۔ رہ گئے 'تمہارے آقائے نامدار' تو میرے دل میں اس کی بہت زیادہ عزت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میں ان طریقوں کو ناپسند کرتا ہوں جن سے تم لوگ روپیہ جمع کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ بے شک ملک جرمنی میں اسے گرینڈ ڈیوک کا رتبہ حاصل ہے۔ مگر میں اس کو حقیر سمجھتا ہوں۔"

شوبلیر گبنین نے معاملات کو یہ صورت اختیار کرتے دیکھ کر کسی قدر جوش ظاہر کرنا ضروری سمجھا چنانچہ غصہ میں بھر کر کرسچن کے پاس گیا۔ اور کچھ کہنا چاہتا تھا کہ نوجوان ڈیوک کو اس کے منہ سے اتنی سخت بو آئی کہ اس نے پیچھے ہٹ کر کھڑکی کھول دی۔ عین اس وقت بازار میں بھانڈوں کی جماعت گذر رہی تھی۔ کھڑکی کھلی دیکھ کر یہ لوگ بھیک مانگنے کے لئے ٹھہر گئے۔ اور جیسا ان لوگوں کا قاعدہ ہے اکھاڑہ جمانے کے لئے زور سے ڈھول اور نفیری بجانی شروع کی۔ کرسچن نے ان لوگوں کی طرف نصف کراؤن کا سکہ پھینک دیا اور اشارہ سے کہا جاؤ۔ اس وقت اتفاق سے اس آدمی نے جو باجا بجا رہا تھا۔ اوپر کو منہ اٹھایا۔ تو

کرسچن نے اس کی نیم گرسنہ لاغر صورت پہچان لی۔ بغور دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ صاحب جو برا سامنہ بنائے افلاس و احتیاج کی مجسم تصویر بنے ہوئے زور زور سے ڈھول پیٹ رہے ہیں دراصل ڈیوک آف سالبرگ کے اہلکار بیرن ریگڈ بیگ ہیں!

اس کی طرف اشارہ کر کے کرسچن نے جرمنوں سے کہا "دیکھو یہ تم لوگوں کی شان امارت ہے۔ یہی شخص جو کل تک تمہارا اہم جلیس اور ڈیوک کے اہل عملہ میں شامل تھا آج بھیک مانگتا پھر رہا ہے۔"

شوبیبر گبینن۔ شوبلیر کیپٹن اور کونٹ فرسپن ہاسن دوڑ کر کھڑکی کی طرف گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا پرانا دوست بیرن ریگڈ بیگ بھانڈوں میں مل کر تماشہ کر رہا ہے۔ اس وقت بیرن کی نظر بھی اوپر کو اٹھی۔ اور اپنے اگلے ساتھیوں کو ڈیوک آف مارچ مونٹ کے پاس کھڑے دیکھ کر اس کا چہرہ ندامت سے سرخ ہو گیا کبھی وہ بھی ان کے مساوی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر افسوس آج وہ ایک ادنے گداگر اور اس کے ساتھی ایک عالی قدر ڈیوک کی صحبت میں کھڑے تھے۔ عین اس وقت تماشائیوں میں سے کسی نے کرسچن کی طرف اشارہ کر کے اونچی آواز سے کہا "ڈیوک آف مارچ مونٹ آپ ہیں۔ دیکھنا کیسے شکیل اور خوش اخلاق آدمی ہیں"

ریگڈ بیگ کو اس بات کا سخت رنج ہوا کہ میرے اگلے ساتھیوں نے مجھے اس حالت زار میں دیکھ لیا دل سے کہنے لگا کیا مقدر ہے کہ یہ نوجوان ڈیوک بن گیا۔ اور میں اس حالت کو پہنچا" پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر اس نے بلند آواز سے کہا "بدمعاشو میری طرف گھور کر کیوں دیکھتے ہو؟ آخر میرے بھائی بند ہو یہ محل تمہارے باپ کی ملک نہیں کہ اس میں کھڑے ہو کر شان امارت دکھاتے ہو۔ نوکر تو اسی مفلس ڈیوک کے ہو جس کے تن پر کپڑا اور جیب میں پیسہ تک نہیں۔ اس سے ملو تو کہہ دینا کہ ریگڈ بیگ کہتا تھا۔ میں نے واقعی شراب پی اور اس کے گھوڑے کی کاٹھی چرائی تھی۔ میں تم سب کو قابل نفرت سمجھتا ہوں۔"

ادھر بیرن ریگڈ بیگ جرمن ڈیوک اور اس کے اہلکاروں کے خلاف جوش و غصہ ظاہر کر رہا تھا ادھر وہ تینوں کھڑکی میں تصویر حیرت بنے ہوئے کھڑے تھے۔ تقریر ختم کر کے بیرن ریگڈ بیگ نے اس زور سے ڈھول پیٹا کہ ایک طرف کی جھلی پھٹ گئی۔ دوسرے بھانڈوں نے یہ حالت دیکھی تو ان میں سے ایک موٹا سا ڈنڈا لے کر بیرن ریگڈ بیگ کی طرف دوڑا۔ مگر اس شخص میں نہ معلوم کیا نئی جان پیدا ہو گئی تھی کہ بجلی سے بچکر وہی ڈنڈا چھین لیا وہ دیکھتے دیکھتے اسے اور اس کے ساتھی دونو کو فرش زمین پر لٹا دیا۔ پھر نفیری کو پھینک اور ڈھول میں اس قدر سے ٹھڈا لگا کر کہ دوسری جھلی بھی پرزے پرزے ہو گئی۔ اندھا دھند ایک طرف کو بھاگ نکلا۔

یہ سب کچھ چند منٹ کے عرصہ میں ہو گیا تھا۔ اور حاضرین اس نقل ہی سے اتنے خوش ہوئے جتنا بھانڈوں کے تماشے سے نہ ہوئے تھے۔

کرسچن نے نفرت سے کھڑکی پھیر دی۔ اور ملاقاتیوں سے کہنے لگا "جاؤ میں حکم دیتا ہوں۔ اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔ اور یاد رکھو پھر کبھی آؤ گے تو دھکے دے کر نکال دیئے جاؤ گے۔"

شویلیر کیچر اب تک بازو بائے چپ چاپ کھڑا تھا۔ اب اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ زور زور سے اشارے کرتا آگے بڑھا۔ بار غیٹے بھی کوٹ کا شگاف نمایاں ہو گیا۔ مگر اس نے غصہ میں اس کا بھی خیال نہیں کیا۔ کہنے لگا۔ "تم نے ہم لوگوں کی سخت توہین کی ہے۔ جس کا تمہیں فوراً جواب دینا پڑے گا۔" پھر شویلیر گیمبن کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا۔ "میں اپنے دوست کو نائب مقرر کرتا ہوں۔ بتاؤ کہاں پر مقابلہ ہوگا اور یاد رکھو میں اپنی تلوار سے اتنے چرکے دوں گا۔ کہ تمہارے بدن کی ایک ہڈی تک ثابت نہ رہے گی۔"

کونٹ فرمین ہاسن سے اور کچھ نہ ہو سکا تو زور زور سے چھینکنا شروع کر دیا۔ او ناک صاف کرنے کو پھٹا ہوا رومال ہاتھ میں لیکر کہا۔ "اس جھگڑے کا فیصلہ تلوار ہی سے کرنا پڑے گا۔ یا بہتر ہو کہ تم اب بھی معافی مانگ لو۔ اور نوکر کو بہت سی شراب لانے کا حکم دو۔ واللہ اس صورت میں اب بھی ہم معاف کر دیں گے۔"

ڈیوک آف مارچ مونٹ نے زور سے گھنٹی بجائی۔ آواز سن کر ایک وردی پوش نوکر حاضر ہوا۔ اس سے مخاطب ہو کر ڈیوک نے کہا۔ "ان لوگوں کو گردن سے پکڑ کر باہر نکال دو۔ اور دربان سے کہو انہیں پھر کبھی مکان میں داخل نہ ہونے دے۔"

جرمن اہلکار بہت بپھرے۔ شویلیر گیمبن نے غصہ سے بالوں کو نوچنا شروع کیا۔ پھر زور کا نعرہ مار کر کرسی کی طرف دوڑا۔ مگر نوکر نے وہیں روک دیا۔ اور مدد کے لئے دوسروں کو آواز دی۔ آواز سن کر دو مضبوط و تنومند نوکر حاضر ہوئے۔ اور تینوں نے ایک ایک جرمن کو پکڑ لیا۔ اور گرینڈ ڈیوک آف شابرگ کے تینوں اہلکار سخت ذلت و رسوائی کے ساتھ کمرہ سے نکال دیے گئے۔ باہر لیجا کر نوکروں نے خوب جی کھول کر گالیاں دیں۔ اور دروازہ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر ہر ایک کی پیٹھ پر دو چار کھونٹے بھی لگائے۔ اس طرح یہ لوگ دست بدست و گریبان دگرے ڈیوک کے محل سے رخصت ہوئے۔

اس زد و کوب کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے کپڑے جو پہلے ہی پھٹے ہوئے تھے۔ اب تار تار ہو گئے۔ شویلیر گیمبن کی پتلون میں شرمناک شگاف ہو گیا جسے اس کا چھوٹا کوٹ بھی نہ چھپا سکتا تھا۔ شویلیر کیچر کا کوٹ پہلے ہی دریدہ تھا اب بالکل لٹکا ہو گیا۔ اور اسکی وجہ سے غریب کی صورت انتہا درجہ مضحکہ خیز بن گئی۔ صرف کونٹ فرمین ہاسن کے گلے میں بلوز کی طرز کا لمبا کوٹ تھا۔ اور چونکہ کسی نہایت مضبوط کپڑے کا بنا ہوا تھا۔ اس لئے سخت مار کھا کر بھی محفوظ رہا۔ مگر اس کی حالت میں وہی میلا اور پھٹا ہوا رومال کوٹ کی عقبی جیب سے بقدر تین چوتھائی باہر لٹکا ہوا تھا۔ غرض تینوں کی صورتیں کسی نہ کسی پہلو سے مضحکہ خیز تھیں۔ سب لوگ ان کی طرف دیکھتے۔ اور طرح طرح کے آوازے کستے تھے۔

ایک نے کہا۔ "ارے ان مسخروں کی صورت دیکھنا۔ یہ کیا نئی وضع کے بھانڈ ہیں؟"

"ہو! ہو! ہو! کیا تماشہ ہے!" ایک بازاری لڑکے نے تالی بجا کر کہا۔ اور آن واحد میں بے شمار لوگ اس طرح ان کے پیچھے ہو لئے۔ جیسے بازاری لڑکے دیوانوں کا تعاقب کیا کرتے ہیں۔

جرمن اس ہجوم سے جان بچا کر بھاگے۔ مگر لڑکوں کا شیطانی لشکر کیا اس آسانی سے پیچھا چھوڑ

سکا تھا۔ رستہ میں جن بازاروں سے یہ عجیب و غریب جلوس گذرا۔ وہیں سے بے شمار لڑکے ساتھ ہوئے اور جس تیزی رفتار سے ان بدنصیبوں نے قدم اٹھایا۔ اتنی ہی سرگرمی سے ان کا تعاقب کیا گیا۔ آگے آگے یہ تینوں تھے اور پیچھے بازاری لڑکوں اور آوارہ گردوں کا ایک انبوہ کثیر جو آوازے کستا۔ پھبتیاں اڑاتا تالیاں پیٹتا ان کا تعاقب کر رہا تھا!

---

ادھر تو یہ واقعات ظہور میں آرہے تھے۔ اور دوسری جانب انگلستان کا ایک امیر گرینڈ ڈیوک آف سٹابرگ کی ملاقات کے لئے میوارٹ ہوٹل میں گیا ہوا تھا۔ عالی قدر" ڈیوک بوسیدہ اور میلے کپڑوں میں ملبوس تھے جس کی وجہ شوئیلیر کمینین کے بیان کے مطابق شاید یہ ہو کہ آپ کے اسباب میں بیش قیمت کپڑوں سے ٹھسا ٹھس بھرے ہوئے تین ٹرنک غرقاب ہو چکے تھے۔ بہرحال آپ اس وقت خالی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ایک میز کے پاس بیٹھے تھے۔ اور امیر مذکور انکے پاس بیٹھا ہوا ایک پرزہ کاغذ سامنے رکھے کچھ حساب سمجھ رہا تھا۔

"غور فرمائیے" وہ کہہ رہا تھا۔ "خیالات جو میں نے ظاہر کئے ہیں وہ میرے اپنے نہیں بلکہ..."

"حضرت میں آپ کا مطلب خوب سمجھتا ہوں" ڈیوک نے کہا۔ "آپ کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ مجھے اپنی ضرورتوں کو بہرحال پورا کرنا ہے..."

"ٹھیک ہے" ملاقاتی نے تسلیم کیا "مگر اس دستاویز سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گذشتہ آٹھ یا نو ماہ کے عرصہ میں آپ کم و بیش چھ ہزار پونڈ حاصل کر چکے ہیں۔ ایک ہزار کی رقم جو پہلے دی گئی تھی..."

"میں کہہ چکا ہوں کہ اس سے میں نے اپنے محل پر پتھر کی چھت ڈلوائی"

"پھر اس کے بعد ایک ہزار کی رقم اور دی گئی..."

"جس سے آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ برتن جو گروی رکھے ہوئے تھے۔ چھڑائے گئے۔"

یہ کہتے ہوئے گرینڈ ڈیوک نے کھسیانا ہو کر زور کا قہقہہ لگایا جس میں ایک ملاقاتی کو بھی ظاہرداری کیلئے شامل ہونا پڑا "مگر میری رائے میں اس تفصیل سے کچھ حاصل نہیں" ڈیوک کے ملاقاتی نے کہا "میں آپ سے یہ درخواست کرنے حاضر ہوا ہوں کہ آئندہ کے لئے آپ اخراجات گھٹائیں اور اچھے اہلکار منتخب کریں..."

"واہ! آپ کیا کہتے ہیں!" گرینڈ ڈیوک نے انداز نخوت سے کہا "اگر آپ ایسے ہی مشورے دینے کو تشریف لائے ہیں۔ تو میں باز آیا۔ میرے اہلکاروں میں کونسا عیب ہے جس پر آپ اعتراض کرتے ہیں۔ کمینین، کیمبر، فرسین، ماسن وغیرہ سب معزز اور تعلیم یافتہ امیر ہیں۔ چنانچہ آج وہ ڈیوک آف مارچ مونٹ کے ہاں تحریک موت پہنچانے گئے ہوئے ہیں۔ ورنہ ضرور آپ سے ملتے... مگر یہ شور کیسا ہے؟"

دونوں اٹھ کر کمرہ کی کھڑکی کی طرف گئے۔ اور وہاں!... اُف جو نظارہ وہاں ان کو دکھائی دیا وہ کیا

عمر بھر وہ تو کو بھول سکتا تھا؟ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ "معزز اور تعلیم یافتہ" اہلکار جن کی گرینڈ ڈیوک اتنی تعریف کر رہے تھے پاگل خانے سے چھوٹ کر بھاگے ہوئے دیوانوں کی طرح اندھا دھند بھاگے آرہے ہیں۔ دھوکے کپڑے بالکل پھٹے ہوئے اور میئر کا رومال لنگور کی دم کی طرح پیچھے لٹکا چلا آتا ہے۔ اور ان "معزز اور تعلیم یافتہ" اہلکاروں کے جلوس میں کم و بیش تین سو بازاری لونڈے شور مچاتے، تالیاں پیٹتے اور چیخیں مارتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ گرینڈ ڈیوک کے پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی۔ اور ملاقاتی امیر کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ حیران تھے کہ کیا آفت ہے۔ اتنے میں وہ بزرگ ہانپتے ہوئے ہوٹل میں داخل ہوئے۔ اور چند سپاہی ڈنڈے ہاتھ میں لیکر ہجوم کو منتشر کرنے کیلئے دوڑے اور بڑی دقت سے لوگوں کو روکا گیا۔

بڑی افسردگی کے لہجہ میں ڈیوک کے ملاقاتی نے کہا "معاف فرمائیے۔ اگر آپ کے اہلکاروں کی یہی عزت ہے تو میں اس کے لئے آپ کو مبارکباد نہیں دے سکتا۔"

"مگر آپ دیکھیں گے۔ میں اس بیجا حرکت کا بدلہ لئے بغیر چین نہ لونگا" گرینڈ ڈیوک نے جوش سے کہا "جن لوگوں نے میرے اہلکاروں کو ذلیل کیا ہے ان سب کو جرمنی کے اندر اندر شہر اور ملک بدر نہ کرادوں تو سہی۔"

"مگر جناب والا! آپ بھولتے ہیں۔ یہ ملک انگلستان ہے۔ جرمنی نہیں۔"

"تو میرے خیال میں جتنا جلد اس کو جرمنی بنا دیا جائے اچھا ہے۔"

"بھلا جس ملک میں آئینی حکومت جاری ہو۔ وہاں ایسی باتیں کیونکر ممکن ہوسکتی ہیں؟" ملاقاتی نے سوال کیا۔

"اس سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ لوگ آئینی حکومت کے معنی ہی نہیں سمجھتے۔" ڈیوک نے جواب دیا۔ "آئین، ہمارے ملک میں بھی ہے۔ مگر اس سے صرف خاص خاص موقعوں پر کام لیا جاتا ہے یعنی جب لوگوں میں غیر معمولی جوش پایا جاتا ہو۔ لیکن ادھر ملک میں سکون ہوا۔ ادھر آئین کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔"

"طریقہ معقول ہے۔" ڈیوک کے دوست نے کہا "مگر بدقسمتی سے اس ملک کی پارلیمنٹ اور قوانین ایسے ہیں..."

"فضول۔ دونو فضول" گرینڈ ڈیوک نے انداز نفرت سے کہا "میری رائے میں یہاں بھی وہی ہونا چاہیے جو جرمنی میں ہے یعنی ان دونو کو حکومت کے تابع رکھنا چاہیئے۔ افسوس آپ لوگ میری نصیحتوں کی قدر نہیں کرتے حالانکہ ہر بات جو میں کہتا ہوں تجربے سے لائق ہے۔"

اس وقت کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور ایک لمبا تڑنگا دبلا پتلا آدمی میلے اور پھٹے ہوئے کپڑے پہنے داخل ہوا۔ یہ ڈیوک کا موقوف شدہ اہلکار بیرن ریگڈ بیک تھا۔

ڈیوک نے اسے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیا۔ مگر ریگڈ بیک لیری سے چلتا ہوا میئر کے پاس پہنچا۔ اور اس پر زور سے مکا مار کر کہنے لگا "تم منہ پھیرتے ہو مگر میں تم سے اپنا حق مانگنے آیا ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے شرابی مشہور کیا تھا۔ حالانکہ میں نے تیل بیر کے سوا کبھی کوئی نشہ نہیں پیا۔ اور ہمارے اجڑے ملک میں اس کے سوا ملتا بھی کیا ہے۔ پھر مجھ پر الزام لگایا گیا کہ تم نے بیش قیمت کاٹھی چرالی۔ مگر انصاف سے کہنا اس کاٹھی کی قیمت کیا تھی؟ کیا وہ اس لائق تھی کہ کوئی اسے چراتا؟ اور پھر سوال یہ ہے کہ تم نے میری تنخواہ باقاعدہ کیوں ادا نہیں کی؟ میں اس ملک میں مدت تک بھانڈوں کے ساتھ رہا۔ مگر وہ لوگ میری تنخواہ ہمیشہ وقت پر ادا کرتے تھے۔ شرم ہے کہ تم گرینڈ ڈیوک ہو کر اتنا نہ

کر سکے۔ لاؤ میں اپنا حق لئے بغیر نہ جاؤں گا . . . "

"نکل جاؤ!" گرینڈ ڈیوک نے ڈپٹ کر کہا۔ "ورنہ عمر بھر کے لئے جیل میں ڈلوا دئیے جاؤ گے۔"

"حضرت یہ ملک جرمنی نہیں ہے۔ یہ آزاد انگلستان ہے" ریگڈ بیک نے دلیری سے جواب دیا "تمہیں مجھ سے معافی مانگنی پڑے گی۔ اور میں صرف اس شرط پر دوبارہ ملازمت کروں گا۔ کہ مجھ سے پہلے کی طرح بدسلوکی نہ کی جائے گی۔ اور خواہ میں انگلستان میں ہوں۔ یا جرمنی میں۔ مجھ سے عزت کا سلوک کیا جائے گا۔"

ملاقاتی امیر نے معاملہ کو طول پکڑتا دیکھ کر ریگڈ بیک سے کہا "میرے خیال میں تم چپ چاپ چلے جاؤ تو اچھا ہے ورنہ مجبوراً پولیس بلانی پڑے گی۔"

بات یہ ہے۔ اس بچارے کو بیرن ریگڈ بیک کی صحیح حیثیت معلوم نہ تھی۔

بیرن نے ہمدردی کے بجائے سختی دیکھی تو لگا انگریزی اور جرمن زبان میں گالیاں دینے۔ کبھی سر کے بال نوچتا اور کبھی شور و غل مچاتا۔ اور ساتھ ساتھ کہتا جاتا تھا "اگر مجھ سے انصاف نہ کرو گے تو یاد رکھو تمہارے سب اہلکاروں کا پول کھول دوں گا۔"

حالت نہایت ناگوار ہو چلی تھی کہ ایک سپاہی نے آکر بدنصیب شخص کو اپنی حراست میں لے لیا۔ مگر اس ڈر سے کہ وہ کوئی راز کی بات ظاہر کر دے۔ ملزم کو عدالت میں پیش کرنا نامناسب سمجھا گیا۔ اور در پردہ اسے دیوانہ قرار دے کر مستقل طور پر پاگل خانہ میں بھجوا دیا گیا۔

اخبارات میں اس واقعہ کی خبر بڑی رنگ آمیزی سے چھپی۔ لکھا گیا کہ ایک جرمن امیر جو مدتوں ڈیوک آف سٹالبرگ کے اہلکاروں میں شامل تھا۔ اسے کچھ عرصہ پیشتر کئی ہزار پونڈ کی خیانت کے پاداش میں موقوف کر دیا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے دماغ میں کچھ خلل آ گیا۔ کیونکہ ایک روز اس نے ہوٹل میں گھس کر نامدار ڈیوک کو خوفناک دھمکیاں دیں۔ ناچار اسے پاگل خانہ میں بھیج دیا گیا۔

لیکن یہی اخبارات اگر ایمانداری سے کام لیتے۔ تو انہیں یہ حقیقت ظاہر کرنے پر مجبور ہونا پڑتا کہ غریب شخص نے فقط اٹھارہ پنس مالیت کی چوری کی تھی۔ مگر اس سے ڈیوک آف سٹالبرگ کی وجاہت میں فرق آتا۔ اور یہ منظور نہ تھا۔

اس کے دوسرے دن شوبلیر گمپین، شوبلیر کیچر اور کونٹ زرسن ہامن نے ایک کباڑی کی دوکان سے پرانے کپڑے خرید کر پہنے۔ اور ان کے آقائے نامدار نے ہدایت کی کہ جب کبھی اس ملک میں آؤ تو کچے پیاز اور بدبودار سگاروں سے احتراز کرو۔ اور گلے میں قمیص پہنے بغیر کبھی ہوٹل سے باہر نہ جاؤ۔ جب تک اس ملک میں رہو کبھی دنگا فساد نہ کرو۔ ہاں اپنے وطن میں جا کر جس طرح جی چاہے کر سکتے ہو۔

## تیسویں جلد ختم ہوئی

# خونی تلوار

## رینالڈس کے بےنظیر تاریخی ناول میکیر آف گلنکو کا اردو ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ اب پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے
اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی سانحہ پر حاوی ہے۔ جیسا سنہ ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیش آیا تھا ایسے ہولناک
واقعہ پر رینالڈس کی تحریر۔ بوچھئے نہیں اس میں کیسی کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں۔

گلنکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اتنا خوفناک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے
کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ وہ اسی کا حصہ تھا چاہیے
حب وطن اور قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حمایت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی مظالم کی نہ
بھولنے والی داستان مکمل ۸۵۸ صفحہ قیمت للعہ روپیہ۔

---

# باپ کا قاتل

## رینالڈس کے زبردست ناول سیری مڈ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب بلہوری کے قلم سے

کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے؟ کیا اس کا نام ہی نہ
باپ اپنے چھوٹے بچہ کو زانو پر بٹھا کر پیار کرتا اور اس کے نرم چکیلے اور گھ
ہے یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر
کے لیے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچہ کے لئے وافر دولت کما سکوں
ہوتی ہے۔ الٰہی یہی بچہ جوان ہو کر باپ کو قتل کرے!... یہی ننھے ننھے ہاتھ اتنے
میں خنجر بھونک دیں۔ جو ہر وقت اسی کے لیے فکرمند اور مضطرب رہتا تھا۔ ہائے یہ
نفرین ہو سکتی ہے؟ نہایت زوردار۔ بڑا پردرد۔ نہایت درجہ سبق آموز مکمل ۶ جلد
## لال برادرس ۱۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

# ہمارے مطبوعات کی مختصر فہرست

## وہ ناول جو اب تک ہمارے اہتمام سے شایع ہوئے ہیں

### جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

| کتاب | اصل | مترجم | صفحات | قیمت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| فسانہ لندن (۸ حصے) | مسٹریز آف لندن (سلسلہ اولی) | منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری | ۲۲۴۸ | [illegible] |
| " (۵ حصے) | " (سلسلہ ثانی) | " | ۲۹۹۱ | [illegible] |
| باپ کا قاتل (۶ حصے) | میری سامرٹ | منشی شمیم الدین صاحب لاہوری | ۵۱۶ | [illegible] |
| خونی تلوار | بیگیر آف گلنکو | منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری | ۸۵۸ | [illegible] |

### مارس لیبلانک

| کتاب | اصل | مترجم | صفحات | قیمت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| انقلاب یورپ | ۸۱۳ | منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری | ۵۱۷ | [illegible] |
| شریف بدمعاش (۲ حصے) | کنفشنز آف آرسین لوپن | " | ۱۷۰ | [illegible] |
| " | " آخری حصہ | " | ۵۶ | [illegible] |
| (۲ حصے) | ایرسٹ آف آرسین لوپن | " | ۱۶۹ | [illegible] |
| | جیپ پاش لیپ | " | ۱۰۳ | ۱۲/ |

### ایڈگر جیمسن اور مارس لیبلانک

| کتاب | اصل | مترجم | صفحات | قیمت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| آرسین لوپن | | منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری | ۲۲۴ | [illegible] |

### ولیم لیکیو

| کتاب | اصل | مترجم | صفحات | قیمت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ہشت پاپ | | منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری | ۳۵۰ | [illegible] |

### الگزینڈر ڈوماس

| کتاب | اصل | مترجم | صفحات | قیمت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| بنٹس ڈاڑ | | منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری | ۳۴۰ | [illegible] |

### رابرٹ ہچنز اور لارڈ فریڈرک ہملٹن

| کتاب | اصل | مترجم | صفحات | قیمت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| بیوٹی آف سولز | | منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری | ۶۴ | ۱۰/ |

### شاعر رابندرناتھ ٹیگور وغیرہ

| کتاب | اصل | مترجم | صفحات | قیمت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ... | | منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری | ۱۲۵ | ۱۲/ |
| | | | ۳۵ | ۱۴ |

ملنے کا پتہ

**لال برادرس کمپا سنز ڈلو کھا لاہور**